اجرک

اساتذہ اور طلباء کی تحریروں سے مزین ادبی مجلہ



گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں

مجلسِ ادارت

سرپرست اعلیٰ: پروفیسر محمد عرفان یاسر اسسٹنٹ پروفیسر (پرنسپل کالج ہذا)

مدیر اعلیٰ: پروفیسر محمد احسن ملک، اسسٹنٹ پروفیسر

مدیر اردو: پروفیسر ڈاکٹر محمد عمران شاہد (عمران واقفؔ)

مدیر حصہ انگریزی: پروفیسر فائزہ عروب

مدیر حصہ پنجابی سرائیکی: پروفیسر ڈاکٹر وارث ملک

طلبہ مدیر: محمد صدیق سالِ اول، علی اصغر سالِ اول

مجلس مشاورت

پروفیسر شکیل احمد منگلا وائس پرنسپل، پروفیسر شعیب احمد، پروفیسر حافظ محمد طیب سعید، پروفیسر اسرار احمد

رابطہ

مدیر اعلیٰ:

0300.7364772

مدیر اُردو:

0301-6528783

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ اردو

نگارشاتِ اساتذہ وطلبہ

نمبر شمار	صنف	مصنف	صفحہ
1	اداریہ	مدیر اعلیٰ	5
2	حمد	ضیاء الدین نعیمؔ	7
3	نعت	پروفیسر ڈاکٹر عمران واقف	8
4	چلو بات کر کے دیکھتے ہیں	پرنسپل پروفیسر محمد عرفان یاسر	9
5	سیرت نبوی ﷺ کا روشن پہلو ''عفو و درگزر''	پروفیسر شکیل احمد منگلا	17
6	ہماری بقا، نظریہ پاکستان	پروفیسر محمد احسن ملک	23
7	انٹر کالج سے گریجویٹ کالج تک کا سفر	پروفیسر محمد احسن ملک	29
8	'' کچھ نے کہا یہ چاند ہے"	تنویر نعمان ہاشمی	36
9	تم یہ نہیں کر سکتے	پروفیسر ڈاکٹر زاہد نواز	41
10	واقفؔ کے نثر پارے	پروفیسر ڈاکٹر عمران واقفؔ	42
11	فنونِ لطیفہ، سوشل میڈیا — اظہار کی نئی راہیں	پروفیسر شعیب احمد	44
12	مصنوعی ذہانت اور مستقبل: موضوع یا خطرہ	محمد شاہزیب	46
13	غربت پیدا کرنے والی وجوہات	پروفیسر شازیہ لطیف	49
14	جہیز ایک لعنت	ماریہ قبطیہ	51
15	مُلا نصر الدین حقیقت یا فسانہ (مزاح)	پروفیسر ڈاکٹر عمران واقفؔ	52
16	پوچھنا منع ہے	محمد یوسف	58
17	عورت کی زندگی — ایک نہ ختم ہونے والی آزمائش	روذایقہ افتخار	60

18	سب اچھا ہے۔۔۔۔	یاسر اشرف	61
19	سنہری باتیں	پروفیسر اسماء لیاقت	62
20	اقوال زریں	مزمل حسین	62
21	طنزیہ حکایت	ڈاکٹر عمران واقفؔ	65

اندازِ سخن

22	نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مظفر اقبال چودھری	66
23	غزلیاتِ واقفؔ	پروفیسر ڈاکٹر عمران واقفؔ	67
24	غزل۔ جمال احسانی	(انتخاب)۔ پروفیسر محمد احسن ملک	67
25	غزل۔ عمیر نجمیؔ	(انتخاب)۔ پروفیسر شکیل احمد منگلا	68
26	غزل۔ اظہر فراغ	(انتخاب)۔ پروفیسر شعیب احمد	68
27	غزل۔ عباس تابش	(انتخاب)۔ پروفیسر زاہد نواز	69
28	غزلیات۔ دانش نقوی	(انتخاب)۔ پروفیسر محمد یوسف	69
29	تجھ پہ اک غزل لکھوں (نظم)	(انتخاب)۔ پروفیسر حمزہ ترین	70
30	مزاحیہ غزل	(انتخاب)۔ پروفیسر محمد یوسف	70

حصہ پنجابی/سرائیکی

31	ملک عبداللہ عرفان دے لوگ قصے	ڈاکٹر وارث ملک	71
32	سرائیکی وسیب دا تاریخی پچھوکڑ	پروفیسر رخشندہ عارف	81
33	غزل (شاکر شجاع آبادی)	(انتخاب)۔ تابش کلیم	82
34	غزل	ڈاکٹر عمران واقفؔ	83
35	غزل۔ سیدہ تسنیم بخاری	(انتخاب) روائیدہ ملک	84
36	غزل	سوجھل بخاری	85

اداریہ:

کروڑوں حمد وثناء، خالقِ کائنات، خدائے بزرگ وبرتر کی جس نے ہمیں پہلے انسان اور اس کے بعد مسلمان پیدا کیا۔ لاکھوں گروڑوں درود وسلام ہمارے دلوں کے سکون، پیارے حبیب اور رب تعالی کی محبوب ہستی جنابِ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر جنہوں نے آکر انسانیت کو راہِ ہدایت دکھلائی۔ اس کے بعد اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم کالج ہذا کے میگزین ''اجرک'' کے شمارہ کی تکمیل کے قابل ہوئے۔

گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں کی تاریخ میں ''اجرک'' ہمیشہ ادبی دنیا میں روشنی کی ایک نئی کرن لے کر آیا ہے۔ ''اجرک'' قارئین کو علم وتحقیق اور امن ومحبت کا وہ پیغام جان افزاء پیش کیا۔ جس میں افراد وعوام کو توقیر وتمکنت بخشی ہے۔ یہ میگزین اس ادارے کے اساتذہ اور طلبہ کے لئے اس ارفع وعدے کی طرح ہے جس کی تکمیل دلوں میں سعادت کا احساس پیدا کرتی ہے۔ آج ہمیں انتہائی خوشی اور مسرت محسوس ہورہی ہے کہ الحمدللہ یہ وعدہ ایک بار پھر وفا ہوا۔

محکمہ ہائیر ایجوکیشن کی حالیہ خصوصی ہدایات کی روشنی میں گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں نے سیرتِ النبی ﷺ، نظریہِ پاکستان، سائنس، ادب، ثقافت اور ملکی تہذیب کی ترجمانی کی ہے۔ ''اجرک'' کے ذریعے تہذیب و ثقافت کو نہ صرف محفوظ رکھا بلکہ اس کو بامِ عروج تک پہنچایا۔ موجودہ شمارے میں جہاں کالج کے موجودہ اساتذہ اور طلبہ کی تحریروں کو زینت بنایا گیا ہے وہی پر کالج ہذا کے فارغ التحصیل اُن طلبہ کو بھی خصوصی کوریج دی گئی ہے جو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کردار ادا کررہیں ہیں۔

حکام بالا کی ہدایات کی روشنی میں مُلکی زبانوں، اُردو، انگلش، پنجابی اور سرائیکی کو یکساں جگہ دی گئی ہے۔ اس بات کی کماحقہ کوشش کی گئی ہے کہ ہر صنف نثر اور شاعری کے ذریعے اس دھرتی کے امن وسلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہاں کی مخصوص ثقافت اور بود وباش کو محفوظ کیا جائے۔ ہمارے ادارے کے طلباء اور اساتذہ کے مابین تعلیمی وادبی ہم آہنگی نے بھی اس شمارے کو قابل وقعت بنادیا ہے۔

جناب پروفیسر محمد عرفان یاسر پرنسپل کالج ہذا علم دوست شخصیت کے مالک ہیں۔ یہ شمارہ اُن کی ذاتی کاوش و ترغیب کا نتیجہ ہے اس میں کوئی شک نہیں اُن شفیق ورفیق، کہنہ مشق اور پُرعزم ہستی نے اس شمارے کو موجودہ شکل میں لانے

کے قابل بنایا۔اور اس بات سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا کہ یہ شمارہ پروفیسرز صاحبان کی محنت کا ثمر بھی ہے تمام پروفیسر صاحبان کی کاوشیں لائق صد تحسین ہیں۔

شمارہ ہذا کے مختلف حصوں کی تزئین وترتیب میں جن دوستوں نے خصوصی کردار ادا کیا اُن میں وائس پرنسپل جناب پروفیسر شکیل احمد جنہوں نے اس شمارے کو خصوصی وقت دیا بعد ازیں جناب پروفیسر ڈاکٹر عمران واقف صاحب (مدیر حصہ اردو)، پروفیسر فائزہ عروب (مدیر حصہ انگلش) اور جناب پروفیسر وارث ملک صاحب (مدیر حصہ سرائیکی/ پنجابی) کی اس شمارے کے لئے کاوشیں لائق تحسین ہیں خاص کر پروفیسر ڈاکٹر عمران واقف کی کاوش قابلِ داد ہیں جنھوں نے مواد کو ترتیب دینے میں جان فشانی سے کام لیا۔ اِن کے بعد ہمارے کالج کے کلریکل سٹاف کا بھرپور تعاون ہمارے لیے حوصلہ کا باعث ہے یہی لوگ کالج کا بہترین تعارف ہیں۔

اس روئے زمین پر ماسوائے انبیاء کے کوئی انسان غلطیوں سے مبراء نہیں ہے۔ہم نے اپنے تائیں بھرپور کوشش کی ہے اس مجلّے کے ذریعے ادبی فضا کو پروان چڑھایا جائے۔ہم سب نے کوشش کی ہے کہ اپنا نقطہ نظر شفاف انداز میں بیان کیا جائے۔تاہم مجلّے میں موجود خامیوں کو ہمارے ذاتی کوتاہی سمجھیں اور اس شمارے میں موجود تحریروں پر نظر ثانی کرتے ہوئے اپنے مفید مشوروں سے نواز کر ادب دوستی کا ثبوت دیں۔

پروفیسر محمد احسن ملک
مدیر اعلیٰ

ضیاءالدین نعیم

حمد باری تعالیٰ

سراب کو وہ سمندر خیال کرتا ہے
تیرے سوا جو کسی سے سوال کرتا ہے

کیسے محال! حیثیت میں دخل دے تیری
جو چاہتا ہے تو ذوالجلال کرتا ہے

کہیں حسیب، کہیں مقیم، کہیں تواب
ہوا مگر ہر تو حسب حال کرتا ہے

تیری نظر میں میں ہے تقویٰ اپنی لائق تکریم
نسب کا کب ،تو عمل کا خیال کرتا ہے

تیرے کرم سے جو میسر ہے جو میسر ہے
تیرے تو ذکر مرے بال بال کرتا ہے

خلوص دل سے جو تیری طرف پلٹ آئے
عنایت اپنی تو اس پر بحال کرتا ہے

نعیمؔ اس سے زیادہ بھی ہے کوئی ناداں
جو سرکشی کی خدا سے مجال کرتا ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

فیصلہ ہے یہ قرآن کا بالیقیں خاتم المرسلیں
زلف واللیل ہے والضحیٰ ہے جبیں خاتم المرسلیں
سرزمین مدینہ وباؤں کی زد میں رہا کرتی تھی
آپ آئے تو جنت بنی یہ زمیں خاتم المرسلیں
آپ کی مسکراہٹ اندھیرے میں تھی روشنی بانٹتی
موتیوں کی طرح تھے چمکتے نگیں خاتم المرسلیں
نام سے اپنے رب کے پڑھو جس نے پیدا کیا آپ کو
یہ صدا آتی جب ہوتے گوشہِ نشیں خاتم المرسلیں
زندگی میں جو ہے یہ سکوں نام تیرے کا ہے یہ فسوں
دل کی تسکین کا نسخہِ بہتریں خاتم المرسلیں
آپ اعلیٰ حسب آپ اعلیٰ نسب آپ اعلیٰ صفات
آپ سا دو جہاں میں کوئی بھی نہیں خاتم المرسلیں
آپ کو دیکھ کر چاند سورج بھی کر لیتے تھے سرنگوں
آپ اولاد آدم میں سب سے حسیں خاتم المرسلیں
جو بھی ختم نبوت کا منکر ہے وہ شخص زندیق ہے
آپ ہیں آخری خاتم المرسلیں خاتم المرسلیں
آپ کے حکم پر اس طرح سر ہمارا بھی واقف جھکے
ہم کریں زندگی میں کبھی چوں نہ چیں خاتم المرسلیں

چلو بات کر کے دیکھتے ہیں

(انٹرویو، پرنسپل کالج ہذا)

انٹرویو پینل: پروفیسر محمد احسن ملک (مدیر اعلیٰ)، ڈاکٹر عمران واقف، انچارج مدیر (حصہ اردو)

گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں کے پرنسپل کے دفتر میں داخل ہوں تو عموماً شلوار قمیض اور واسکٹ میں ملبوس ایک شخص بظاہر خاموشی سے میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا اپنے کام میں مشغول نظر آئے گا۔ گول چہرا، گہرا گندمی رنگ، مناسب قدوقامت، آنکھوں پر نظر کا چشمہ، خوب صورت داڑھی جس میں چاندنی واضح ہو رہی ہے اور بالکل کٹی ہوئی مونچھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوگا جیسے یہ انسان ابھی جوانی کی دہلیز پار کے کر آیا ہے۔ حقیقت میں ایسا نہیں ہے یہ شخص زندگی کی ۴۳ بہاریں گزار چکا ہے لیکن ابھی جوان لگتا ہے۔ اپنی ذات میں ایک دبستان رکھنے والے یہ شخص پروفیسر محمد عرفان یاسر صاحب ہیں۔ جو آج کل کالج میں بطور پرنسپل اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ پروفیسر محمد عرفان یاسر صاحب انتہائی محنتی، سخت جان، اپنے کام کو پوری ایمان داری اور وقت پر کرنے والے انسان ہیں۔ دیکھنے میں محمد عرفان یاسر صاحب بہت سادہ سے ہیں لیکن مزاجاً تھوڑے سخت غصے والے ہیں یہ غصہ شاید کالج میں کام کی زیادتی یا ذمہ داریوں کے بوجھ کی وجہ سے آتا ہے ویسے وہ سٹاف کے ساتھ دوستانہ تعلق رکھتے ہیں۔ بعض اوقات تو انہیں دیکھ یہ محسوس ہوتا ہے جیسے انہیں کسی بات کا علم نہ ہو، لیکن جب کسی موضوع پر بات کرتے ہیں تو سیر حاصل گفت گو کرتے ہیں اُن کی دنیا و دین، میڈیکل سائنس پر گرفت مضبوط ہے اور سننے والا حیران رہ جاتا ہے کہ اس انسان کے پاس دنیا جہاں کی ہر بات کا علم ہے۔ انتظامی امور میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ اُن کی گفت گو مدلل، پراثر اور خطیبانہ ہوتی ہے۔ وہ کالج امور کو اعلیٰ سطح کے مطابق کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے وہ دن رات محنت کر رہے ہیں اللہ اُن کی مدد کرے، آمین۔ (مدیرِ اردو)

سوال: سر اپنے والدین اور زندگی کے ابتدائی ایام کے حوالے سے کچھ بتائیں؟ بچپن کیسا گزرا کوئی شرارت یاد ہو تو بتائیں؟

جواب: جناب پروفیسر عمران واقف صاحب! سب سے پہلے تو آپ کی محبت کا شکریہ کہ میرا انٹرویو کالج میگزین کا حصہ

بنایا۔رہا میرا پیدائش نامہ تو حاضر خدمت ہے۔میری اس جہاں میں آمد ۱۰۔اپریل ۱۹۸۳ء میں لودھراں شہر کے محلہ گلاب پورہ میں ہوئی۔بچپن کے دن انتہائی بے فکری کے دن تھے۔ہم جولیوں کے ساتھ مل کر گلی ڈنڈا اور وانجھو کھیلنا،گھنٹوں نہر کے گدلے پانی میں نہانا،اونچے درختوں سے نہر کے پانی میں چھلانگیں لگانا۔۔غرض عیش وعشرت کے دن تھے۔میرے والدین شاید دنیا کے سب سے بہترین والدین ہیں۔میرے والد محترمؒ بے بہا شفیق انسان تھے وہ محکمہ سوشل سیکیورٹی میں بطور ہیڈ ڈسپنسر ریٹائر ہوئے۔اپنی اولاد کے لیے سبھی والدین ایسے ہوتے ہیں مگر وہ دوسروں کیلئے بھی سراپا شفقت تھے۔رشتہ داروں کو باہم جوڑنا،باہم ناراض لوگوں میں صلح کرانا،لوگوں کی خیر خواہی اور بے لوث مالی مدد ان کا خاصہ تھا۔۔۔۔۔۔حق مغفرت کرے،عجب آزاد مرد تھا

سوال: پرائمری سطح تک تعلیم کے بعد مزید تعلیم کہاں سے حاصل کی،اور کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب۔میں نے پرائمری تعلیم سکول نمبر ۳لودھراں سے حاصل کی۔میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول لودھراں سے پاس کیا۔ایف ایس سی اور بی ایس سی گورنمنٹ ایس ای کالج بہاولپور پاس کیا۔ایم ایس کیمسٹری کا امتحان بہاؤالدین ذکریا یونیورسٹی ملتان سے امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔اور ایم فل کی ڈگری اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے حاصل کی۔

سوال:تعلیم کے علاوہ کسی کھیل میں دلچسپی کوئی خاص مشاغل؟

جواب:تعلیم کے علاوہ دوسرے مشاغل کا جہاں تک تعلق ہے تو کھیلوں میں جو دیہاتی کھیل ہیں جیسے گلی ڈنڈا،وانجھو،کرکٹ بھی تھوڑی سی کھیلی ہے، بیڈمنٹن بھی کھیلتا رہا۔گھر کے کام کاج میں بھی خوب ہاتھ بٹایا۔جانوروں کے لیے گھاس کاٹنا، فصلوں کو پانی لگانا اور جانور چرانا،سب کام کیے۔البتہ الحمدللہ گھر میں آسودگی تھی، اس لئے دوسروں کے ہاں مزدوری یا کوئی کام نہیں کرنا پڑا۔

سوال: سراپنی پسند اور ناپسند کے بارے میں بتائیں یعنی لباس اور کھانے میں کیا کچھ پسند ہے؟

جواب: جہاں تک پسند،ناپسند کا سوال ہے تو جو میسر کر کھالیتا ہوں،اللہ کا شکر گزار رہتا ہوں۔پہننے کے لئے جو اچھا میسر ہو

پہن لیتا ہوں۔ سادہ کپڑے بھی پہنتا ہوں، پینٹ شرٹ بھی پہن لیتا ہوں۔ البتہ کپڑے کو خوب ہنڈاتا ہوں حتی کہ اگر پیوند بھی لگے ہوں تو بھی پہننے میں عار محسوس نہیں کرتا۔

سوال: عملی زندگی کا آغاز کب اور کس ملازمت سے کیا؟

جواب۔ عملی زندگی کا آغاز ۲۰۰۹ء میں ڈاکٹر عبد القدیر خان ریسرچ لیبارٹریز کہوٹہ میں بطور سائیٹفک آفیسر شروع کیا۔ ۲۰۱۰ء میں گورنمنٹ ہائیر سیکنڈری سکول مخدوم عالی بطور ایس ایس کیمسٹری فرائض سرانجام دیئے۔

سوال: سر آپ نے کون کون سے کالج میں اپنی خدمات سرانجام دیں اور لودھراں کب آئے؟

جواب۔ سر میں نے ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں اپنی سروس کا آغاز ۲۰۱۲ء میں بطور لیکچرار کیمسٹری گورنمنٹ گریجویٹ کالج دنیا پور سے کیا۔ ۲۰۱۸ء میں میرا تبادلہ گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں میں ہوا۔ الحمدللہ ۲۰۲۲ء میں میری ترقی بطور اسسٹنٹ پروفیسر کیمسٹری ہوء۔ اور فروری ۲۰۲۵ء سے بطور پرنسپل گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں اپنے فرائض سرانجام دے رہا ہوں۔

سوال: کامیابیوں کے اس سفر میں کون سی شخصیت آپ کے لیے رول ماڈل رہی؟

جواب: ہر شخص کسی نہ کسی سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ میں نے اپنے اساتذہ سے سیکھا، اچھے لوگوں کی اچھی باتیں قبول کیں۔ خصوصا میں اپنے والد محترم سے بہت متاثر ہوا۔ ان کا یہ اخلاقی سبق تھا کہ کسی کو نقصان نہ پہنچاؤ، میں ہمیشہ اس پر کاربند رہا۔ کوشش ہوتی ہے کہ کسی کو خوش نہیں رکھ سکتے تو اسے ناراض بھی نہ کیا جائے۔

سوال: سر! اپنے کالج میں جو بی ایس پروگرام شروع ہو رہے ہیں اس سے اہلیان لودھراں کو کیا فائدہ ہوگا اس پر روشنی ڈالیں؟

جواب: گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں میں بی ایس پروگرام آغاز لودھراں والوں کے لیے کسی بہت بڑی نعمت سے کم نہیں ہے۔ طلبا اور طالبات کے لئے انتہائی کم فیس میں معیاری تعلیم اور وہ بھی ان کے گھر کے قریب نعمت غیر مترقبہ ہے۔ میں شروع سے ہی اس کالج میں بی ایس پروگرام شروع کرنے کے نہ صرف حق میں تھا بلکہ پرجوش داعی تھا۔ الحمدللہ کئی

مضامین میں بھی شروع ہو چکا ہے۔ بی ایس شروع کرنے کی ان کاوشوں میں پروفیسر محمد احسن ملک صاحب اور پروفیسر شکیل احمد کا کردار نا قابل فراموش ہے۔

بڑھتی رہے یہ روشنی

چلتا رہے یہ کارواں

سوال: سر! آج کل ہر شہر میں پرائیویٹ اداروں کی بھرمار ہے ہمارے شہر میں بھی پرائیویٹ اداروں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے آپ اس اضافے کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں؟

جواب: تعلیم کسی بھی قوم کی معاشی، معاشرتی اور اخلاقی ترقی کی ضامن ہے۔لیکن بدقسمتی سے تعلیم کو کاروبار بنا دیا گیا ہے۔ تعلیمی ادارے اب درسگاہیں نہیں بلکہ فیکٹریاں بن گئی ہیں۔ پرائیویٹ اداروں کے لیے طلبا قوم کے معمار نہیں بلکہ وہ خام مال ہیں جنہیں پراسیس کر کے پیسہ کمایا جاتا ہے۔اس اعتبار سے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا کردار قوم و ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔اس میں والدین کا بھی قصور ہے کہ وہ اپنے بچوں کو گورنمنٹ اداروں کی بجائے پرائیویٹ اداروں کا انتخاب کرتے ہیں۔گورنمنٹ اداروں میں تعلیمی اخراجات نہ ہونے کے برابر ہیں جب کہ پرائیویٹ ادارے فیس کی مد میں لاکھوں روپے بٹورتے ہیں۔اگر والدین گورنمنٹ اداروں کو ترجیح دیں تو لاکھوں روپے بچائے جا سکتے ہیں جو کسی دوسری مد میں خرچ ہو سکتے ہیں۔دوسرا یہ ادارے بے لگام گھوڑا بن چکے ہیں۔ان پر حکومت کی طرف سے کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے۔یہ ادارے مرضی کی فیسیں اور مرضی کا سلیبس پڑھاتے ہیں۔ پرائیویٹ اداروں کو ریاستی تعلیمی سسٹم کا پابند بنایا جائے اور اور فیسوں کا بھی تعین کر دیا جائے تا کہ لوگوں کا پیسہ بے دریغ ضائع نہ ہو۔

سوال: سر آپ نے بحیثیت استاد اپنے فرائض بہت اچھے انداز میں نبھائے، پرنسپل بنے کے بعد آپ کو کیسا لگا اور آپ کی کیا کارگردگی ہے۔؟

جواب: الحمدللہ! میں نے بطور منتظم ذمہ داریاں سنبھالیں تو میرے ذہن میں کالج کی بہتری کے لیے کئی اہداف تھے۔ چند

ماہ کے مختصر عرصہ میں کالج کے نظم وضبط، طلباء کی حاضری، اساتذہ کرام کی باقاعدگی اور کلاسوں کی روانی میں حیران کن تبدیلی لائی گی ہے۔ میں کالج میں ٹیسٹ سسٹم کا فعال اور باقاعدہ کیا ہے۔ٹسٹ کی چیگنگ ،طلباء اور والدین کو ٹیسٹ رزلٹ کو بروقت فراہمی یقینی بنائی ہے۔ لائبریری میں کمپیوٹرز دستیاب کر کے لائبریری کو ڈیجیٹل کرنے کی طرف پہلا قدم اُٹھایا ہے۔سائنس کے طلباء کو نصاب کے ساتھ ساتھ پریکٹیکل کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی تیاری پر خصوصی توجہ دینے پر آمادہ کیا ہے جس کے لیے اساتذہ ہمہ وقت تیار ہیں۔کالج کی صفائی میں مزید بہتری لاتے ہوئے مثالی بنا دیا ہے۔کالج کے گراسی پلاٹس کو خوب سے خوب صورت اور دیدہ زیب بنانے کے لیے مالیوں اور بیلداروں کو متحرک کیا ہے۔مختصر وقت میں کالج کنٹین کا قیام میرے دیرینہ خوابوں میں سے ایک کی بروقت تعمیل کی ہے۔عنقریب کالج میں سمارٹ کلاس روم، جدید سیکیورٹی سسٹم، کالج میگزین کی دوبارہ اشاعت اور بی ایس پروگرام کو مزید بہتر کرنے کی طرف تیزی سے رواں دواں ہوں۔ میری کوشش ہے اساتذہ کرام کے بھرپور تعاون سے کالج پنجاب بھر کے بہترین کالجوں کی صف میں لا کھڑا کروں۔

سوال: سر! کالج کے حوالے سے آپ کے مستقبل کے کیا اہداف ہیں؟

جواب: دراصل تدریس و تربیت کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کو مستقبل کے لیے تیار کرنے میں کالج کا رول انتہاء اہم ہے۔اس ذمہ داری کو نبھانے کے لیے میں نے کئی ایک منصوبے بنائے ہوئے ہیں۔ان شاء اللہ آنے والے دنوں میں اپنی ٹیم کے تعاون سے یہ اہداف حاصل کر لیں گے۔ان اہداف کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔سائنس روم کا قیام:

دور حاضر سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے۔ سائنسی ترقی کے بغیر قومی ترقی ناممکن ہے۔اس سلسلے میں میری خواہش ہے کہ نیو بلاک میں ایک سائنس روم بناؤں۔جس میں طلبہ مختلف سائنسی وکمپوٹیشنل پروجیکٹس کام کر سکیں۔ہم ان شاء اللہ طلبہ کو ری سورسز اور سہولیات پہنچائیں گے۔اس سے کالج کے طلبہ کو سائنس وٹیکنالوجی سمجھنے کے ساتھ ساتھ اپنی صلاحیتیں نکھارنے کا موقع ملے گا۔

۲۔ پروفیشنل کورسز:

میرا منصوبہ ہے کہ آنے والے دنوں میں طلبہ کے لئے ایسے پروفیشنل کمپیوٹر کورسز مثلاً گرافک ڈیزائننگ، ویب ڈویلپمنٹ، آنلائن ورکنگ وغیرہ کا آغاز کروں جس سے طلبہ اپنی پریکٹیکل زندگی میں باروزگار ہوسکیں اس حوالے سے ایک NGO سے بھی بات چل رہی ہے اور ہم مقامی سول سوسائٹی کی مدد حاصل کریں گے۔ جلد ہی اس منصوبے کا آغاز ہوجائے گا۔

۳۔ ملٹی پرپز ہال کیلئے ملٹی میڈیا:

دور جدید میں طلبہ کی تعلیم وتربیت کے لئے ملٹی میڈیا بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اگرچہ ہمارے پاس کمپیوٹر لیب میں ملٹی میڈیا کی سہولت میسر ہے لیکن اس کی گنجائش بہت کم ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں ملٹی پرپز ہال میں ایک بہترین درجے کا ملٹی میڈیا مہیا کروں۔ جہاں تین سو طلبہ جو تعلیم وتربیت کی اعلیٰ درجہ کی سہولت مہیا ہوں انشاءاللہ جلد ہی یہ مہیا کردی جائے گی۔

۴۔ کلین اینڈ گرین کالج:

اگرچہ کالج کو خوبصورت بنانے کے لیے کافی کچھ کیا جا چکا ہے مگر ابھی بہت کچھ کرنے کی گنجائش ہے۔ سینکڑوں پودے لگائے جا چکے ہیں لیکن کالج گیٹ کے اردگرد اور داخلی راستے کی سجاوٹ ضروری ہے۔ کلاس رومز اور ملٹی پرپز ہال کی ڈیکوریشن کی ضرورت ہے۔ انشاءاللہ طلبہ، سول سوسائٹی اور کالج ریسورسز سے جلد ہی یہ ہدف حاصل کرلیں گے۔

۵۔ داخلہ جات میں اضافہ:

اس وقت کالج میں ۲۶۷ طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز ہونے کے ناتے یہ تعداد کم ہے۔ میری کوشش ہے کہ کالج کی انرولمنٹ میں کروں۔ امسال کالج انرولمنٹ ۱۰۰۰ کرنے کا ہدف ہے۔ انشاءاللہ

۶۔ واٹر فلٹریشن پلانٹ:

اگرچہ کالج زیرزمین پانی پینے کے قابل ہے۔ لیکن آلودگی کی وجہ سے پانی کی کوالٹی متاثر ہوئی ہے۔ میں چاہتا ہوں ۱۰۰۰ طلبہ کو پینے کے صاف پانی سہولت میسر ہو۔ اس سلسلے میں لوکل گورنمنٹ، سول سوسائٹی اور کالج ذرائع سے جلد یہ سہولت میسر ہوگی۔

سوال: سربطور پرنسپل کے آپ کو کن مسائل ومشکلات کا سامنا ہے؟

جواب: الحمدللہ کالج میں تدریسی وغیر تدریسی سرگرمیاں بہتر انداز میں ہو رہی ہیں لیکن چند ایک مسائل کا سامنا بھی ہے۔ میں نے یہ مسائل ومشکلات کے بارے میں ڈپارٹمنٹ کے حکام بالا کے گوش گزار کردیے ہیں۔ امید ہے کہ ان حل نکل

آئے گا۔ان مسائل کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ٹیچنگ سٹاف کی کمی:

یہ کالج ۱۹۸۹ء میں بطور انٹر کالج معرض وجود میں آیا تو اس وقت ۲۱ ٹیچنگ پوسٹس کی منظوری دی گئی تھی ۔ بعد ازاں ڈگری کالج بنا اور اب کئی ایک مضامین میں بی ایس شروع ہو چکا ہے لیکن ۲۶۔۲۰۲۵ء میں ۳۵ سال بعد بھی وہی ۲۱ کا سٹاف ہے۔سٹاف کی یہ شدید کمی تدریسی سرگرمیاں بہتر انداز میں جاری رکھنا بہت مشکل ہے۔امید ہے حکام بالا اس طرف ضرور توجہ دیں گے اور سٹاف کی کمی پوری کرنے کے لیے نئی اسامیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔تاکہ تعلیمی سرگرمیوں کو مزید بہتر کیا جا سکے۔

۲۔نان ٹیچنگ سٹاف کی قلت:

کالج تقریباً ۱۱۹ کنال رقبہ پر مشتمل ہے۔چار مختلف کیمپس اور عمارات کے علاوہ کوریڈورز ہیں۔پورے کیمپس کی صفائی کیلئے صرف ایک سویپر ہے۔اسی طرح چوکیداروں کی بھی قلت ہے۔کلین اینڈ گرین کالج کے لئے نان گزیٹڈ سٹاف کی کمی دور کرنا ضروری ہے۔

۳۔ملٹی میڈیا پروجیکٹر:

دور حاضر میں تدریس وتربیت کے لئے آڈیو ویژیول ایڈز کی اشد ضرورت ہے۔کالج میں ملٹی میڈیا کی سہولیات کی کمی ہے۔میری کوشش ہے کہ کالج کے ملٹی پرپز ہال میں ملٹی میڈیا پروجیکٹر انسٹال کیا جائے تاکہ طلبہ جدید سہولت سے مستفید ہو سکیں۔

۴۔کینٹین بلڈنگ:

طلبہ کو ریفریشمنٹ کی سہولت میسر کرنے کیلئے کالج کینٹین موجود ہے لیکن کینٹین کیلئے الگ بلڈنگ نہیں ہے۔ہماری کوشش ہے کہ حکام بالا سے کالج کینٹین بلڈنگ کی منظوری لی جائے۔

۵۔ کالج بس کی ضرورت:

ہمارے کالج میں پڑھنے والے طلباء دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اُن کے لیے ٹرانسپورٹ کی بہتر سہولت نہیں

ہے ۔ یہ ضلع کا مرکزی کالج ہے اب تو بی ایس پروگرام شروع ہونے کی وجہ سے طالبات کو بھی آنے جانے میں کافی مشکلات درپیش ہیں اگر کالج کو اپنی بس مل جائے تو بہت سے طلبہ آسانی سے آجا سکتے ہیں ۔ اس سلسلے میں میں حکام بالا سے رابطے میں ہوں امید ہے یہ مسئلہ ترجیحی بنیادوں پر حل ہوگا ۔

سوال: سر! بہتر تدریسی سرگرمیوں کے لیے کالج کا ماحول کیسا ہونا چاہیے؟

جواب: سر۔۔ میں سمجھتا ہوں ۔ کالج ایسی جگہ ہے جہاں آئیڈیل ماحول بنایا جا سکتا ہے ۔ تحمل و برداشت، تعلیم و تربیت، محبت و شفقت، طلبہ کی مخفی صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، تقریر و تحریر میں مہارت پیدا کرنا، غرض ایک ایسا دوستانہ ماحول جس میں قوم کے مستقبل کے رہنما تیار ہوں جو تحمل و برداشت کا نمونہ ہوں، قائدانہ صلاحیتوں سے مالا مال ہوں اور قوم کی ترقی کا جذبہ سینے میں لیے ہوئے ہوں ۔۔۔۔۔ ''مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ''

نہ صرف طلبہ اور اساتذہ کا باہمی تعلق بے مثال ہو بلکہ اساتذہ کا ایک دوسرے کے ساتھ رویہ بھی مثالی ہونا چاہیے ۔ کالج کے بہترین ماحول کے لیے سٹاف روم کا بہترین ماحول ضروری ہے ۔ اساتذہ اور پرنسپل کا باہمی تعلق بھی کالج کے ماحول پر اثر انداز ہوتا ہے ۔ میں نے ذاتی طور پر ہمیشہ کوشش کی ہے کہ اساتذہ، پرنسپل اور طلبہ کے ساتھ ان کی منزلت کے مطابق رہا جائے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد بھی ہے ۔۔۔

''لوگوں کے ساتھ ان کی منزلت کے مطابق پیش آؤ'' ۔

سوال: سر آپ اس میگزین ''اجرک'' کے توسط سے طلبہ و اساتذہ اور قارئین کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: ''اجرک'' گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں کا نمائندہ ادبی مجلہ ہے ۔ اس مجلہ کے توسط سے میں قارئین سے گزارش کروں گا کہ وہ تحمل اور برداشت کو زندگی کا حصہ بنائیں ۔ کسی کی طرف سے کی جانے والی زیادتی پر درگزر کریں ۔ لوگوں میں خوشیاں بانٹیں ۔ اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو اسے دکھ بھی نہ دیں ۔ تعلیمی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں ۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو ۔ آمین ۔

****

شکیل احمد منگلا: اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات

سیرتِ نبوی ﷺ کا روشن پہلو ''عفو و درگزر''

رسول اللہ کی مبارک زندگی میں عفو و درگزر، رحم و کرم، محبت و شفقت اور پیار ہی پیار نظر آتا ہے۔ آپ نے پوری زندگی کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کسی کو برا بھلا نہیں کہا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ۹ برس تک آپ کی صحبت بارحمت میں رہیں۔ وہ ارشاد فرماتی ہیں:

''رسول اللہ کی عادتِ شریفہ کسی کو برا بھلا کہنے کی نہیں تھی، آپ برائی کے بدلے میں کسی کیساتھ برائی نہیں کرتے بلکہ اسے معاف فرمادیتے تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے کبھی بھی کوئی غلط الفاظ نہیں نکلے۔ آپ گناہوں کی باتوں سے ہمیشہ کوسوں دور رہے۔ آپ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا۔ غلام، لونڈی، عورت، بچہ یا خادم یہاں تک کہ کسی جانور کو بھی کبھی نہیں مارا لیکن اگر کوئی حدود اللہ کی بے حرمتی کرتا تو نبی کریم اسے برداشت نہیں کرتے اور اس کا انتقام لیتے۔'' (مسلم)

دشمنانِ اسلام کو معاف کردینا:

عفو و درگزر اور رحم و کرم کی اس سے بڑی مثال کیا ہوسکتی ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے ان تمام دشمنوں کو معاف فرمادیا جنھوں نے چند ماہ نہیں متواتر ۱۳ سال تک مکہ میں آپ پر اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر عرصۂ حیات تنگ کررکھا۔ طرح طرح کی اذیتیں اور تکلیفیں پہنچائی تھیں۔ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے اور آپ کو اپنا محبوب وطن چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا لیکن جب مکہ فتح ہوتا ہے تو نبی کریم ﷺ ہزاروں جانثار صحابہ کرامؓ کے جلوہ میں حمد باری تعالیٰ کی نغمہ سرائی کرتے ہوئے سرزمینِ حرم میں داخل ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بیت اللہ شریف تشریف لاتے ہیں، دوگانہ نماز ادا کرتے ہیں، اللہ رب العزت کا شکر ادا کرتے ہیں، صحنِ حرم دشمنانِ اسلام سے بھرا ہوا ہے۔ وہ سراسیمہ اور خوفزدہ ہیں کہ آج ہمارے تمام اگلے پچھلے برے کرتوتوں کا حساب کتاب چکایا جائے گا کہ اچانک آواز بلند ہوتی ہے:

''اے قریش کے لوگو! تم سوچ رہے ہو کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟''

تمام لوگوں نے کہا: اے محمد ﷺ! تم سے ہم کو خیر اور بھلائی کی امید ہے اس لئے کہ تم ہمارے بہترین بھائی ہو اور ہمارے شریف بھائی کے فرزند ارجمند ہو!۔ اس کے بعد نبی رحمت محسنِ انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''آج تم لوگوں پر کوئی لعنت و ملامت نہیں، تم لوگ آزاد ہو۔''

اعتراض کرنے والے کو معاف کر دینا:

غزوۂ حنین میں صحابہ کرام ؓ کو وافر مقدار میں مالِ غنیمت ہاتھ آیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو مصلحتاً زیادہ حصہ دیا۔ حضرت اقرع بن حابس ؓ اور حضرت عیینہ ؓ کو ۱۰۰، ۱۰۰ اونٹ دیئے۔ ایک صحابی ؓ کو اس تقسیم پر اعتراض ہوا اور انہوں نے کہا کہ میں اس تقسیم سے خوش نہیں ہوں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے نبی کریم کے فیصلے کی شکایت کی۔ انہوں نے نبی کریم کو اس واقعہ کی اطلاع دیدی۔ یہ سن کر نبی کریم نے ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ ارشاد فرمایا:

''اللہ اور اس کا رسول درست فیصلہ نہیں کرے گا تو آخر کون کرے گا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم فرمائے کہ ان کو اس سے زیادہ اذیت اور تکلیف پہنچائی گئی لیکن انہوں نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔''

کعب ابن زہیر ؓ کو معاف کر دینا:

کعب بن زہیر اپنے بھائی (بجیر بن زہیر) کے ہمراہ نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے مدینہ طیبہ آتے ہیں۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے ہیں تو بجیر بن زہیر، کعب بن زہیر کو ایک مقام پر ٹھہرا کر نبی کریم سے ملاقات کرنے تشریف لے جاتے ہیں۔ وہ آپ سے ملاقات کرتے ہیں۔ آپ ان کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ کی نورانی تعلیمات سے وہ متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جاتے ہیں۔ جب کعب بن زہیر کو واقعہ کی اطلاع ہوتی ہے تو وہ برہم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم کی شانِ مبارک میں ہجویہ اشعار لکھتا ہے۔ نبی کریم کو جب اس کا علم ہوتا ہے تو آپ اس کی گردن زدنی کا حکم فرماتے ہیں۔ حضرت بجیر ؓ نے خط لکھ کر کعب بن زہیر کو نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق و خصائل سے آگاہ کرتے ہیں جن کو سن کر ان کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے۔ وہ اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ آتے ہیں۔ اونٹ کو مسجد نبوی شریف کے

صحن میں کھڑا کرتے ہیں اور رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوکر قبولِ اسلام کا اعلان کرتے ہیں۔ اپنا مشہور قصیدہ (بانت سعاد) کا نذرانۂ عقیدت پیش کر کے معافی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی کریم ذات نہ صرف معافی کا پروانہ دیتی ہے بلکہ فرطِ مسرت میں اپنی ردائے مبارک انہیں عنایت فرما دیتے ہیں۔

زہر دینے والی عورت کو معاف کر دینا:

خیبر کی یہودی عورت زینب بنت الحارث نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں زہر آلود بکرے کا گوشت پیش کیا۔ آپ ﷺ نے نوالہ چکھ کر تھوک دیا۔ آپنے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ یہ گوشت کوئی استعمال نہ کرے اس لئے کہ یہ زہر آلود ہے۔ اور آپ ﷺ نے یہودی عورت کو حاضر کرنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ اس نے جواب دیا کہ میں آزمانا چاہتی تھی کہ آپ ﷺ واقعی اللہ کے نبی ہیں یا نہیں؟ اگر آپ ﷺ واقعی اللہ کے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دیدیں گے اور اگر آپ ﷺ (نعوذ باللہ) جھوٹے ہیں تو ہم لوگوں کو آپ ﷺ سے راحت مل جائی گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس عورت پر آپ ﷺ نے ذرا بھی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اور اس کو معاف فرما دیا۔

حاتم طائی کی صاحبزادی کو معاف کرنا:

ایک جنگ میں کئی لوگ قیدی بنا کر لائے گئے۔ ان میں سخاوت و فیاضی میں مشہور زمانہ حاتم طائی کی صاحبزادی ''طی'' بھی تھی۔ جب اسے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں عرب کے مشہور قبیلے کے سردار کی صاحبزادی ہوں۔ میرا باپ سخاوت و فیاضی میں ممتاز تھا، وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا تھا، ننگوں کو کپڑا پہناتا تھا، حاجت مندوں کی حاجتیں پوری کرتا تھا، اس نے اپنی زندگی میں کبھی بھی کسی ضرورت مند کو واپس نہیں کیا اور کوئی سائل اس کے در سے خالی ہاتھ نہیں لوٹا۔ نبی کریم ﷺ نے جب یہ خوبیاں سنیں تو فرمایا کہ یہ اعلیٰ صفات تو اہل ایمان کی ہیں۔ اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو وہ بڑا نیک اور متقی انسان ہوتا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کو رہا کر دیا جائے کہ اس کا باپ حسنِ اخلاق و عادات کا

مالک تھا۔'' جب اسے رہا کر دیا گیا تو وہ نبی کریم ﷺ کے مکارمِ خسروانہ سے متاثر ہوکر اپنے بھائی کے ساتھ مشرف باسلام ہوگئی۔

مسجد کے تقدس کو پامال کرنے والے کو معاف کرنا:

نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ مسجدِ نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ ایک دیہاتی مسجد میں داخل ہوکر مسجد کے تقدس و حرمت کو پامال کر دیتا ہے۔ وہ صحنِ حرم میں پیشاب کرنے بیٹھ جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ یہ دیکھ کر سخت ناراض ہوکر اسے مارنے پیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو ایسا کرنے سے منع کر کے ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو اور پیار سے سمجھاؤ کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، عبادت کی جگہ ہے، قابل احترام ہے، یہاں بول و براز نہیں کرتے اور فرمایا جس جگہ اس نے پیشاب کیا ہے اس جگہ پر پانی بہادو۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے نصیحت کی کہ ہمیں حسنِ اخلاق اور حسنِ کردار کا مظاہرہ کرنا چاہئے، آسانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، دشواریاں اور مشکلات پیدا کرنے گریز کرنا چاہئے۔

چچا کے قاتل کو معاف کر دینا:

نبی کریم ﷺ کے پیارے چچا سیدنا حمزہؓ غزوۂ احد میں نہایت جرات و دلیری سے کفار و مشرکین کا مقابلہ کر رہے تھے۔ میدانِ جنگ میں جس طرف بھی رخ کرتے دشمنوں کے کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ جبیر بن مطعم کا حبشی غلام وحشی بن حرب آزادی حاصل کرنے اور اپنے آقا کو خوش کرنے کیلئے سیدنا حمزہؓ کا تعاقب کر رہا تھا کہ اچانک اس نے پیچھے سے چھپ کر حملہ کر دیا اور نیزے سے ایسی کاری ضرب لگائی کہ حضرت حمزہؓ زمین پر گر پڑے اور جام شہادت نوش فرمایا لیکن یہی وحشی جب آٹھ ہجری میں طائف کے ایک وفد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہونے مدینہ منورہ آئے اور نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے تو ارشاد فرمایا: ''اسے آنے دو، ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے۔''

یہ فرما کر اس کی تمام غلطیوں کو معاف کر کے اس کا اسلام قبول فرما لیتے ہیں۔ اسے نصیحت کرتے ہیں: ''اے وحشی! بے شک تم دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے ہو لیکن ممکن ہو تو میرے سامنے مت آیا کرو اس لئے کہ تم کو دیکھ کر پیارے چچا کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔''

ہندہ کو معاف کر دینا:

سید الشہداء حضرت حمزہؓ نے جنگ بدر میں ہندہ کے باپ عتبہ کو واصل جہنم کیا تھا۔ ہندہ نے اپنے باپ کا انتقام لینے کی قسم کھائی تھی۔ جنگ احد میں وہ اپنے شوہر ابوسفیان بن حرب کے ساتھ شریک تھی اور اپنے جنگجوؤں کو رمزیہ اشعار پڑھ کر ہمت اور حوصلہ بڑھا رہی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ سید الشہداء حضرت حمزہؓ نے جامِ شہادت نوش فرما لیا ہے تو نعشوں کو تلاش کرتی ہوئی حضرت حمزہؓ کے پاس پہنچی اور انتہائی بے دردی سے ان کا پیٹ اور سینہ چاک کر کے غیظ وغضب کی حالت میں کلیجہ چبا کر نگلنے کی کوشش کرتی ہے اور خوشی میں سیدنا حمزہؓ کے قاتل وحشی ابن حرب کو اپنے گلے کا قیمتی ہار دے دیتی ہے۔ اس کا ہر عمل اس بات کا تقاضا کر رہا تھا کہ اسے سخت ترین سزا دی جائے لیکن جب وہی سنگدل ہندہ فتح مکہ کے موقع پر رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے تو اس کی تمام خطاؤں کو معاف کر دیا جاتا ہے اور دامنِ اسلام میں پناہ دے دی جاتی ہے۔

طائف کے سردار عبد یالیل کے بیٹے کو معاف کرنا:

یہ وہی طائف کے سردار عبد یالیل کا سپوت ہے جسکے ظالم وجابر باپ نے محسنِ انسانیت کیساتھ غیر انسانی وغیر اخلاقی سلوک کیا تھا اور نہ صرف نبی رحمت ﷺ کی باتیں سننے سے انکار کیا تھا بلکہ آپ کا مزاق اڑایا تھا، آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) ذلیل کیا تھا، مظالم کے پہاڑ توڑے تھے لیکن جب وہ وفد کے ساتھ مدینہ آیا تو نبی رحمت ﷺ کو اس کی اطلاع دی جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے مسرت وشادمانی کا اظہار فرماتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، صحنِ حرم میں اس کے قیام کا انتظام فرمایا۔ اس کو آرام وراحت بہم پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ روزانہ آپ ﷺ اس کے خیمے میں تشریف لیجاتے، خیریت دریافت کرتے اور طائف کی دلدوز داستان سناتے ہیں۔ بالآخر اسے معافی کا پروانہ دے کر دائرۂ اسلام داخل فرماتے ہیں۔ یہ ہے آپ کا فرمان کہ: ''اپنے دشمن کو پیار کرو اور اسے معاف کرو۔''

ابوسفیان بن حرب کو معاف کر دینا:

یہ ابوسفیان کون ہیں؟۔ عرب کے جنگجو ''حرب'' کا بیٹا ہے جس نے سرورِ کائنات ﷺ اور آپ کے ستودہ صفات اصحاب ؓ کو ایذائیں پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ اسلام کا نام مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور

لگا دیا تھا۔ جنگ بدر، غزوۂ احد اور غزوۂ خندق سمیت کئی جنگوں کا ہیرو اور سرغنہ تھا اور کتنے اہل ایمان کے خون سے اپنے دامن کو داغدار کیا تھا۔ کتنی بار خود سرورِ کائنات ﷺ کو قتل کرنے کی سازشیں کی تھیں۔ اس کا ہر جرم اور ہر گناہ منہ پھاڑ کر گواہی دے رہا تھا کہ اسے ایک لمحہ کیلئے بھی برداشت نہ کیا جائے اور سرِ عام سزا دی جائے۔ ابوسفیان حضرت عباسؓ کیساتھ نبی رحمت اور محسنِ انسانیت ﷺ کی خدمت میں سراسیمہ اور خوفزدہ حاضر ہوتے ہیں۔ نبی کریم تسلی اور اطمینان دلاتے ہیں: ''اے ابوسفیان! ڈرو مت! تم سے کوئی انتقام نہیں لیا جائے گا۔ تمہارا کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔''

اور ابوسفیان کے تمام خطاؤں کو نہ صرف معاف کر دیا جاتا ہے بلکہ ارشاد ہوتا ہے: ''جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا وہ مامون اور محفوظ ہے۔''

یہ محبوب آقا، پیارے رسول، نبی آخر الزماں پیغمبر ﷺ کے عفو و درگزر، رحم و کرم، شفقت و محبت اور نرم دلی کے متعلق مختصر وضاحت ہے ورنہ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی عفو و درگزر، تواضع و انکساری، رحم و کرم، محبت و شفقت اور عجز و نیاز سے عبارت ہے۔ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے۔ قرآن کریم گواہی دیتا ہے کہ اگر آپ رحیم و کریم، شفیق و مہربان اور نرم خو نہ ہوتے تو یہ وحشی اور درشت مزاج عرب آپ سے قریب نہ ہوتے، ارشاد ربانی ہے:

''اللہ تعالیٰ کی عنایت اور رحمت سے آپؐ ان کیلئے نرم ہیں، اگر آپ کج خلق اور سخت مزاج ہوتے تو یہ (لوگ جو آپ کے گرد جمع ہوئے ہیں) آپ کے پاس سے ہٹ جاتے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''تم میں سے ایک پیغمبر آیا جس پر تمہاری تکلیف بہت شاق گزرتی ہے، وہ تمہاری بھلائی اور اچھائی کا خواہاں ہے اور ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ کریمانہ کی ترجمانی کی ہے۔ چند صحابہ کرامؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نبی کریم کے اخلاق کیسے تھے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ (کان خلق رسول اللہ القرآن) ''آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا۔''

پروفیسر محمد احسن ملک : اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تاریخ

ہماری بقا۔نظریہ پاکستان

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

نظریہ پاکستان دراصل نظریہ اسلام ہے۔ پاکستان کی بنیاد ایک مضبوط نظریے پر رکھی گئی ہے۔اس نظریے کی بنیاد اسلام ہے یعنی نظریہ پاکستان اور اسلام کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پاکستان اس لیے حاصل کیا گیا کہ مسلمان یہاں پر اسلام کے اصولوں کے مطابق زندگی بسر کریں۔

نظریہ پاکستان اور اسلام:

اصل میں اسلام نظریہ پاکستان کی ہر معاملے میں رہنمائی کرتا ہے۔ یہ معاشرتی و معاشی، سیاسی و اخلاقی اور ہر مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔اسلامی نظام قرآن پاک کی تعلیمات اور احادیث رسول ﷺ پر استوار ہے یہ وہ حقیقت ہے جس سے انکار محال ہے۔اسلام کے ابدی اصولوں پر کاربند رہ کر ہی انسان مادی و روحانی ضروریات میں توازن و ہم آہنگی پیدا کر سکتا ہے۔ انسان اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال کر ہی بہتر انداز میں زندگی گزار سکتا ہے اور یہی اس قوم کا نظریہ حیات ہے نیز یہی نظریہ پاکستان کی بنیاد بھی ہے۔

نظریہ پاکستان کی تخلیقی وجوہات:

برصغیر کے مسلمان انگریز دور حکومت میں دوسری اقوام کے ساتھ غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے وہ آزاد اور خود مختار حیثیت چاہتے تھے۔لیکن انگریزوں کی غلامی سے آزادی کے بعد بھی انہیں اپنے مقصد میں کامیابی دکھائی نہیں دے رہی تھی ہندو اکثریت کا غلبہ واضح نظر آ رہا تھا۔آخر کار مسلمانوں نے یہ فیصلہ کیا کہ انگریز حکومت سے چھٹکارے کے بعد ایسے علاقوں میں ایک مسلم مملکت قائم ہو جائے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں اس طرح مسلمان دائمی غلامی سے چھٹکارا پا سکتے ہیں اور ایک مخصوص خطہِ زمین پر اسلام کے اصولوں کو آزمانے کے قابل ہو سکیں گے۔ یہ سوچ آخر

کا راُن کا نصب العین بن گئی ۔علیحدہ اسلامی مملکت کا قیام ایک مقصد بنا اور یہی مقصد نظریہ پاکستان کی تخلیق کا باعث بنا۔

نظریہ پاکستان کی اہمیت وافادیت:

۱۔نظریہ پاکستان سے برصغیر کے مسلمان آپس میں بھائی بھائی بن گئے اور آپس میں متحد ہو گئے جس دشمن کی سازشوں کو بھانپ گئے ۔مسلمانوں قوتِ ایمان اور فکر وعمل کی طاقت پیدا ہوگئی ۔

۲۔نظریہ پاکستان چونکہ دینِ اسلام کے نام پر وجود میں آیا اس سے برصغیر کے مسلمانوں کے دوسرے اسلامی ممالک سے بہتر تعلقات قائم ہو سکتے ہیں اور اسلام دشمن طاقتوں کا منہ توڑ جواب دیا جا سکتا ہے۔

۳۔ جب ایک ملک میں بسنے والوں کا مقصد اور نصب العین ایک ہوتا ہے تو وہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ اُن کی سوچ ایک ہوتی ہے جس ملک میں سالمیت اور یکجہتی پیدا ہوتی ہے۔

۴۔اسلامی ضابطہ حیات سے مراد وہ سیاسی ، معاشرتی اور تہذیبی پالیسی ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اسلامی نظریہ حیات زندگی کے ہر شعبے میں لاگو ہوتا ہے۔اس کے تحت قوم مذہبِ اسلام سے بنتی ہے۔ جب کہ دیگر اقوام رنگ ونسل، زبان اور علاقے سے بنتی ہیں مگر اسلام قبول کرنے والے ایک قوم بن جاتے ہیں۔مسلم قومیت کی بنیاد اسلام پر ہے جو نظریہ پاکستان کا سبب بنی۔

۵۔دنیا میں مہذب معاشروں میں انسانوں کو حق خودارادیت جو کہ انسان کا بنیادی حق بھی ہے دیا ہوا ہے۔ جس کی بنیاد پر ہندوستان میں سرزمینِ پاکستان کے حصول کے لیے مسلمانوں نے اپنا حق استعمال کیا اور ایک الگ وطن حاصل کرلیا۔

۶۔ پاکستان جو کہ دراصل نظریہ اسلام کی عملی شکل کا نام ہے پر یقین رکھنے والے مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے،مختلف زبانیں بولنے والوں کے باوجود باہم متحد و یکجا ہیں اور اس طرح ملکی تحفظ وسلامتی کو دائمی بقاء سے ہمکنار کیا جا سکتا ہے۔

۷۔ اتحاد عالمِ اسلام کی ضمانت نظریہ پاکستان سے مشروط ہے۔ اسلام ایک بھائی چارے کا مذہب ہے۔ایک مسلمان کو ذہنی وجسمانی تکلیف سے نجات دلانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔نظریہ پاکستان اس حقیقت کا منہ بولتا

ثبوت ہے کہ کہ پاکستان عالمِ اسلام کا ایک قلعہ ہے۔ جو مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک تمام اسلامی ممالک کے درمیان واقع ہونے کے سبب اسلام کا دل کہلاتا ہے۔ پاکستان کے تمام مسلم ممالک ساتھ خوش گوار تعلقات ہیں جو اتحادِ عالمِ اسلام کے لیے ضروری ہیں

نظریہ پاکستان کے اجرائے ترکیبی میں عبادات وعقائد، جمہوری اقدار کا فروغ، سماجی انصاف اور مساوات ، آزاد عدلیہ کا قیام، دولت کی مساوی تقسیم ، شہریوں کے حقوق و فرائض ، غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ ، اسلامی معاشرے کی ازسرِ نو تعمیر اور اخوت و بھائی چارہ شامل ہے۔ علامہ اقبال ہمارے قومی شاعر اور مفکرِ پاکستان نے بھی نظریہ پاکستان کی پُرزور حمایت کی ہے۔ اس سلسلے میں اُن کا خطبہ الہ آباد جو ۱۹۳۰ء کو دیا تاریخ میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ انھوں نے اپنے خطبے میں کہا:

''ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں اِن میں کوئی بھی چیز مشترک نہیں اس مسلمانوں کو آزادانہ نشوونما کا حق حاصل ہونا چاہیے''۔ نیز وہ فرماتے ہیں: ''دین اسلام صرف چند عقائد و رسوم کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل ضابطہِ حیات ہے۔ یورپ میں مذہب ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے لیکن اسلام میں اللہ تعالی، کائنات، روح و مادہ ایک دوسرے سے باہم منسلک ہیں گویا تمام مسلمان ایک قوام ہیں۔'' پھر انھوں نے عالمِ اسلام کی اتحاد کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بقائے اسلام کے لیے مسلمانانِ عالم کو ساحلِ نیل سے کاشغر تک متحد ہو جانا چاہیے، اگر مسلمانوں نے رنگ و نسل کا امتیاز جاری رکھا وہ نیست و نابود ہو جائیں گے'' وہ کہتے ہیں:

ایک ہوں مسلمِ حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

علامہ محمد اقبال نے متحدہ قومیت کی اس طرح تردید کی ہے کہ ہندوستان ایسے انسانی گرہوں کا برِ اعظم ہے جو مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں، مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں دراصل اِن گرہوں کی حیثیت دو قوموں کے مترادف ہے اور متحدہ قومیت کی نفی کرتی ہے۔ انھوں انسانیت کے لیے اسلام کے سوا ہر کس کے ازم کو مضر قرار دیا ہے۔ آپ نے مغربیت اور مغربی مادہ پرستی پر تنقید کی۔

خطبہ الہ آباد میں انھوں نے فرمایا: ''اسلام کی عالمگیر حقیقت مسلم ہے اور اگر اس قیاس پر بنیاد رکھ دی جائے

کہ ہندوستان کے مسلمان ہر حال میں اسلامی روح کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو میری رائے کے مطابق تمام فیصلوں کے بنیاد اسلام کی روح ہونی چاہیے۔''

بلا شبہ پاکستان قائداعظم کی عظیم کاوشوں نتیجہ ہے انھوں نے مسلمانوں کے مطالبات انگریز حکومت تک پہنچائے اور دنیا کو بتا دیا کہ مسلمان ایک الگ قوم ہیں اِن کی عقائد، عبادات و رسومات، رہن سہن کے طور طریقے ہر لحاظ ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ قائداعظم نے اپنا موقف جن الفاظ میں غیر مسلموں اور انگریزوں تک پہنچایا لائق صد تحسین ہے۔

۱۹۴۱ء میں قائداعظم نے فرمایا: ''اطاعت و وفاکشی کا اصل مرکز صرف اللہ کی ذات ہے۔ جس کا عملی ذریعہ قرآن پاک کے احکام اور اُصول ہیں جو سیاست اور معاشرے میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کرتے ہیں۔''

قائد اعظم نے ۱۹۴۳ء کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی میں پاکستان اور اسلام کے آپس کے رشتے اور تعلق کو اس طرح بیان کیا: ''وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں، وہ کون سی چٹان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے، وہ کون سا لنگر ہے جس نے اس اُمت کی کشتی محفوظ کر دی ہے، وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ لنگر خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔''

اسی طرح ۶ مارچ ۱۹۴۰ء کو مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا: ''ایک چیز قطعی ہے اور وہ یہ کہ ہم کسی طرح اقلیت نہیں ہیں، بلکہ ہم اپنے نصب العین کے ساتھ بجائے خود ایک علیحدہ اور خود مختار قوم ہیں۔''

آپ نے نومبر ۱۹۴۶ء میں فرمایا: ''ہندوستان کے مسائل کا واحد حل یہ ہے کہ اِسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ دونوں حصوں کی الگ الگ دستور ساز اسمبلیاں ہوں جو اُن کے آئین مرتب کریں۔''

قائد اعظم نے ۸ مارچ ۱۹۴۴ء کو مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا: ''پاکستان تو اُسی دن وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا اور یہ اُس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔''

قائداعظم نے ۱۳ جنوری ۱۹۴۸ء کو اسلامیہ کالج پشاور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا :''ہم نے پاکستان کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلامی اصولوں کو آزما سکیں۔''

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قائداعظم نے فرمایا:''کہ قومیت کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک علیحدہ قوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اِن کا اپنا قومی وطن ہو۔''

مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس ۱۹۴۰ء میں لاہور ہوا جس میں قائداعظم نے مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کو ثابت کرتے ہوئے فرمایا:''اسلام اور ہندو دھرم محض مذاہب نہیں ہیں بلکہ درحقیقت وہ مختلف اور جداگانہ سماجی نظام ہیں۔''

انھوں نے فرمایا:''ہندوستان ایک ملک نہیں ہے اس کے باشندے ایک قوم نہیں ہیں۔ ہندوستان تو ایک برِاعظم ہے جس میں کئی قومیں آباد ہیں اِن میں ہندو اور مسلمان دو اہم قومیں ہیں۔''

انھوں نے ایک اور جگہ فرمایا:''ہمارا کوئی دوست نہیں ہمیں انگریز پر اعتماد ہے نہ ہندو پر ہم دونوں سے لڑیں گے خواہ وہ اپنی قوتوں کو مجتمع کریں۔''

قائداعظم ۱۴ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایک پریس کانفرنس میں فرمایا:''ہم نے جمہوریت حقیقاً تیرہ سو سال قبل سیکھ لی تھی اس لیے جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو مجھے شبہ ہوتا ہے کہ آپ نے اسلام کا مطالعہ نہیں کیا۔''

۱۴ جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک مواقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:''میرا ایمان ہے نجات کو واحد ذریعہ رسولِ کریم ﷺ کے ضابطہِ حیات پر عمل کرنا ہے اس لیے ہمیں جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور تصورات پر رکھنی چاہیے۔''

۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء کو قائداعظم نے ڈھاکا میں اپنے خطاب کے دوران فرمایا:''آپ بنگالی، سندھی، بلوچی یا پٹھان کے اصطلاحوں میں بات نہ کریں بلکہ آپ تیرہ سو سال پہلے کا وہ سبق یاد کریں کہ ہم سندھی، بلوچی یا پٹھان نہیں بلکہ صرف وصرف مسلمان ہیں۔''

آخر طویل جد و جہد کے بعد ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان وجود میں آ گیا۔ قائد اعظم نے خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا: ''مسلمانانِ ہند نے دنیا کو دکھا دیا کہ وہ ایک متحد قوم ہیں اِن کا نصب العین صحیح، نیک اور مبنی بر انصاف ہے آیئے اس نعمت کے لیے ہم عاجزی و انکساری سے خدا تعالیٰ کا شکر بجا لائیں اور دعا کریں کہ وہ ہمیں اس نعمت کے لائق بنا دے۔ آج کے دن ہماری قوم کے لیے تاریخ کا زہریلہ دور ختم ہو رہا ہے اور قابلِ احترام دور کا آغاز ہو رہا ہے۔''

اس نظریے کی بقاء کے لیے ہمارے بزرگوں اور لیڈروں نے بہت سی قربانیاں دی ہیں اب ہمارے ذمے ہے ہم اپنے نظریہ پاکستان کی کس طرح حفاظت کرتے ہیں۔ ہمارا یہ فرض بنتے ہے کہ جو ہمارا مُلک جس نظرے پر قائم ہوا اُس کی خاطر ہمیں جان بھی قربان کریں تو کم ہے۔ ہمارے اندر یہ جذبہ ہونا چاہیے اس وطن کی طرف اُٹھنے والی ہر زبان اور اُنگلی کاٹ دیں لیکن اپنے مُلک کی سالمیت پر آنچ نہ آنے دیں۔ ہمارے علم و عمل سے اِس مُلک کو فائدہ پہنچنا چاہیے۔

امت مسلمہ کے زوال کے اسباب

آج کل دنیا میں مسلمان تعداد کے اعتبار سے تو بہت ہیں لیکن ایک مضبوط اور منظم قوم کی طرح سامنے نہیں آ رہے، اور اس کی سب سے بڑی وجہ علم سے دوری ہے۔ پہلے مسلمان علم، تحقیق اور کتابوں کے قریب تھے، اسی لیے ترقی اور کامیابی ان کا حصہ بنی، مگر آج ہماری اکثریت نہ پڑھنے پر توجہ دیتی ہے اور نہ ہی نئی مہارتیں سیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔ دوسری اہم وجہ آپس کی نااتفاقی ہے؛ ہم ایک دوسرے کی مدد کرنے کے بجائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں وقت ضائع کرتے ہیں، جس سے ہماری اجتماعی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔ تیسری وجہ دین کو صرف زبانی طور پر اپنانا اور عمل کی کمی ہے؛ ہم عبادت تو کرتے ہیں لیکن اخلاق، ایمانداری، محنت اور سچائی جیسے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان کمزوریوں کا حل یہی ہے کہ مسلمان دوبارہ علم کو اپنی طاقت بنائیں، پڑھنے لکھنے اور تحقیق کو اہمیت دیں، آپس میں محبت، تعاون اور اتحاد کو فروغ دیں، اور دین کے اصل پیغام یعنی اچھے اخلاق اور سچائی پر مضبوطی سے عمل کریں۔ اگر ہم یہ راستہ اختیار کر لیں تو مسلمان قوم ایک مرتبہ پھر دنیا میں عزت، ترقی اور مضبوطی حاصل کر سکتی ہے۔

علی اصغر سال اول

پروفیسر محمد احسن ملک : اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ تاریخ

گورنمنٹ گریجویٹ کالج لودھراں ایک نظر میں

(تعارف، کارگردگی کے پس منظر میں)

انٹر کالج کا قیام:

سال ۱۹۸۹ء، اکتوبر کا مہینہ لودھراں کے باسیوں کے لیے بڑا مبارک ثابت ہوا جب یہاں کی سیاسی شخصیت (اُس وقت کے ایم پی اے لودھراں) محمد صدیق خان بلوچ کی کاوشوں سے گورنمنٹ انٹر کالج لودھراں کا قیام عمل میں آیا۔ علم کے متوالوں نے شبیر حسین شاہ کی عطا کی ہوئی کوٹھی میں عارضی طور پر کالج قائم کر کے یہاں کی جہالت کے اندھیروں کو دور کرنے کی کوشش کی جہاں بے سروسامانی اور نامساعد حالات میں شامیانوں کے نیچے علم حاصل کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی کیونکہ مقدس درس گاہیں کسی عمارت کا نام نہیں ہوتیں۔ مخلص، فرض شناس اور محنتی اساتذہ نے دن رات ایک کر کے اہلیانِ لودھراں کے خواب کو پورا کیا اور کالج کے پہلے پرنسپل پروفیسر مشتاق احمد جاوید (مرحوم) کا دست و بازو بننے کا حق ادا کیا۔

ڈگری کلاسز کا اجراء:

خوب سے خوب تر کی تلاش انسانی جدوجہد کو روبہ عمل رکھتی ہے۔ عوام کا بنیادی مطالبہ انٹر کالج کی صورت میں پورا ہو چکا تھا۔ اس وسیع و عریض ضلع میں ڈگری کی سطح کی تعلیم کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ نواب امان اللہ (سابقہ ایم اے این) نے خصوصی توجہ فرماتے ہوئے حکومت پنجاب سے ۲۸ فروری ۱۹۹۴ء کو کالج کو ڈگری کی سطح تک منظور کرا لیا اور تعمیر و ترقی کے لیے پینتیس لاکھ مختص ہوئے نئے کالج کا رقبہ ۱۱۵ ایکڑ پر مشتمل ہے۔ کالج کی کلاسیں دسمبر ۱۹۹۴ء کو نئی تعمیر شدہ عمارت میں منتقل ہو گئی۔

پوسٹ گریجویٹ بلاک:

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۲۰۱۰ء میں ادارہ ہذا کے پوسٹ گریجویٹ بلاک کا افتتاح ہوا۔ جس کے نتیجہ میں ایک دیدہ خیز عمارت کا اضافہ ہوا۔ اس بلاک کی تعمیر سے طلبا کو کلاس رومز کی کمی سے نجات ملی۔

آئی ٹی لیب:

جدید سہولیات اور عہدِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق کالج ہذا میں ۱۰۰ کمپیوٹرز پر کمپیوٹر لیب قائم ہے۔ کمپیوٹر

لیب با قاعدہ الگ جدید سہولیات سے مزین جدید طرز کی عمارت ہے۔اس کمپیوٹر لیب کو ۲۰۲۱ء میں ترین ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تعاون اور سابق پرنسپل راؤ ارشاد علی خان کی کاوشوں سے عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق مزید فعال اور دیدہ زیب بنایا گیا۔ پروفیسر محمد عرفان یاسر نے پرنسپل بننے کے ایک اور کمپیوٹر لیب کی بنیاد رکھی جو چالیس کمپیوٹر پر مشتمل ہے جو طلبہ کی تعلیمی کمی کو پورا کرتی ہے۔ اللہ کے فضل سے ہماری آئی ٹی لیبز سٹیٹ آف دی آرٹ ہے جو کالج کے طلبہ کے لیے کس نعمت سے کم نہیں۔

ملٹی پرپز ہال:

سابق پرنسپل پروفیسر محمد ارشد کمبوہ کی خصوصی دلچسپی وتعاون سے محکمہ ایجوکیشن نے کالج ہذا میں ملٹی پرپز ہال تعمیر کروایا جس کی کالج کو اشد ضرورت بھی تھی یہ ہال ۲۰۱۱ء میں مکمل ہوا۔اس ہال کی تعمیر سے کالج میں وقتاً فوقتاً منعقد ہونے والے سمینارز، تقاریب، کالج ٹسٹ اور امتحانات بہترین انداز میں طے پاتے ہیں۔

بی ایس کلاسز کا اجراء:

کالج ہذا کو جدید تعلیمی تقاضوں کے پیشِ نظر بی ایس کلاسز کے آغاز کی اشد ضرورت تھی۔ نئے زمانے کی آہٹ کو محسوس کرتے ہوئے سابق پرنسپل راؤ ارشاد علی خان نے سیاسی شخصیات کے توسط سے فروری ۲۰۲۱ء میں کالج ہذا میں بی ایس کلاسز کا باقاعدہ آغاز ہوا جس میں ابتدائی طور پر اردو، اکنامکس اور انگلش کی کلاسز جاری ہیں۔ راقم بی ایس کلاسز کے کوآرڈینٹر ہے۔

سائنس لیبارٹریز:

کالج میں فزکس، کمسٹری اور بیالوجی کی بہترین لیبارٹریز موجود ہیں۔عرصہ دراز سے سائنس لیبز میں جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت تھی اس کمی کو سابق پرنسپل ملک محمد احسن نے خصوصی دلچسپی لیتے ہوئے ہورا کیا۔ سائنس کے پروفیسر صاحبان کی باہمی دلچسپی سے پریکٹکل شیڈول کو باقاعدہ فعال کیا۔اس عمل کو پرنسپل پروفیسر شکیل احمد منگلا صاحب نے آگے بڑھایا اور طلباء کو ۱۰۰٪ پریکٹیکل کی تیاری کے قابل کیا۔ پروفیسر محمد عرفان یاسر صاحب اس میں مزید بہتری لانے کے لیے کوشاں ہیں۔

کالج لائبریری

کالج کے اندر ایک شان دار لائبریری موجود ہے جس میں تقریباً ۸۰۰۰ کے لگ بگ نادر اور بہترین کتب کا ذخیرہ

موجود ہے۔حال ہی میں پرنسپل پروفیسر شکیل احمد منگلا صاحب نے لائبریری کو کمپیوٹرفراہم کر کے ڈیجیٹل لائبریری میں بدلنے کا باقاعدہ آغاز کر دیا ہے جو انتہائی مستحسن قدم ہے۔مزید برآن کالج ٹائم ٹیبل میں ہر کلاس کے لیے لائبریری کا ایک الگ پیریڈ مختص کر دیا ہے۔طلبہ لائبریری میں دستیاب کمپیوٹرز پر اپنے متعلقہ مضامین کے آن لائن لیکچررز سننے کے علاوہ تسلی سے آن لائن کتب بینی بھی کر سکتے ہیں۔

بی ایس بلاک:

حال ہی میں کالج میں ۱۰ کمروں پر مشتمل ایک دیدہ زیب اور شاندار عمارت تعمیر کی گی ہے۔جس کا افتتاح سابق پرنسپل پروفیسر محمد احسن ملک کے دور میں ہوا۔یہ عمارت طلبہ کے لیے کسی تحفہ سے کم نہیں کچھ سال قبل کالج کی پوسٹ گریجویٹ بلاک کی عمارت کو بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی سب کمپس کے قیام کے سبب کالج انتظامیہ سے یونیورسٹی انتظامیہ کے حوالے کر دیا گیا۔کالج انتظامیہ کے شدید اور ناگزیر ردِعمل کے نتیجہ اور صحافتی سطح پر پروفیسر قیصر سجاد صاحب کی کاوشوں پوسٹ گریجویٹ بلاک کے بدلے ۱۰ کمروں پر مشتمل بی ایس بلاک کی تعمیر ممکن ہوئی۔

ہم نصابی سرگرمیاں:

کالج ہذا پنجاب بھر میں ہم نصابی سرگرمیوں میں اپنی مثال آپ ہے۔کالج ہذا کے طلبا نے مختلف گھیلوں اور ادبی پروگراموں میں صوبائی سطح تک گولڈ میڈل حاصل کر کے اپنے ادارے اور اساتذہ کرام کا نام روشن کیا ہے۔کبھی کبھی یہ کالج پورے ڈویژن کی نمائیندگی بھی کرتا ہے۔گزشتہ دنوں پورے ڈویژن کی لیب ٹاپ کی تقسیم بھی اسی کالج سے ہوئی یہ ایک بہت بڑا ایونٹ تھا جس کو کالج اور کالج سٹاف نے بڑے احسن انداز میں سرانجام دیا۔

کالج سیکیورٹی پلان:

مُلک کے نازک سیکیورٹی کے حالات کو بھانپتے ہوئے حکومت پنجاب کی ہدایات کے عین مطابق کالج میں بہترین سیکیورٹی پلان ترتیب دیا گیا ہے۔کالج میں باقاعدہ سیکیورٹی کونسل موجود ہے۔جن کی کوششوں سے اہم ترین مقامات پر (CCTV) کیمرے نصب کیے گئے ہیں۔ایک الگ سیکیورٹی کنٹرول روم تشکیل دیا گیا ہے۔سابق پرنسپل پروفیسر محمد ارشد کے دور میں کالج کے چاروں اطراف میں بہترین اور محفوظ چاردیواری تعمیر ہوئی جن پر خاردار تاریں نصب کی گئی ہیں۔پروفیسر عرفان یاسر صاحب اس میں جدت لائے ہیں آج کل پورا کالج کیمرے کی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے۔

سمارٹ کلاس روم:

ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ہدایات کے تناظر میں پروفیسر شکیل احمد منگلا صاحب نے خصوصی دلچسپی لے کر دن رات ایک کر کے جدید اور خوب صورت ترین سامان اور فرنیچر سے مزین ایک سمارٹ کلاس روم کی بنیاد رکھی تھی جو تکمیل کے مراحل میں تھا۔ الحمدللہ یہ کلاس روم مکمل ہو گیا ہے۔ انشاءاللہ یہ سمارٹ کلاس روم جدید سمعی و بصری آلات کے ذریعے طلبا و طالبات کی تدریس میں سنگ میل ثابت ہو گا۔

میاوا کی جنگل:

ہائیر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ہدایات پر سابق پرنسپل پروفیسر محمد احسن ملک نے کالج میں محکمہ جنگلات کے تعاون سے دو کنال رقبے پر ایک میاوا کی جنگل کی بنیاد رکھی۔ مالیوں اور بیلداروں کی محنت اور موجودہ پرنسپل پروفیسر شکیل احمد منگلا صاحب کی مسلسل نگرانی سے میاوا کی جنگل کالج کے ماحول کو نکھار رہا ہے۔

پھول دار پودے گراسی پلاٹ:

پھول دار پودے اور گراسی پلاٹ کسی بھی ادارے کے ماحول کو دیدہ زیب بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ ۳۴ سال قبل ادارہ ہذا ریت کے میدان اور ٹیلوں پر مشتمل تھا وقتاً فوقتاً کالج انتظامیہ نے گراسی پلاٹوں، پھل پھول دار پودے اور درختوں کو لگانے کی طرف توجہ دی۔ مگر چند ماہ قبل ذمہ داری سنبھالنے والے پرنسپل شکیل احمد منگلا صاحب نے جس برق رفتاری اور گہری دلچسپی سے کالج گراسی پلاٹس، پودوں اور درختوں کی کانٹ چھانٹ اور کالج کے چپہ چپہ کی صفائی کروائی۔ آپ کا یہ کارنامہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ مالیوں اور بیلداروں کی ذریعے دن رات ایک کر کے کو چمکا دیا ہے۔

کالج پرنسپل صاحبان ایک نظر میں

۱۔ پروفیسر میاں مشتاق احمد جاوید

آپ کالج ہذا کے پہلے اور بانی پرنسپل تھے۔ آپ مختلف عرصے میں چار سال کالج کے پرنسپل رہے۔ آپ انتہائی زیرک، بہترین منظم اور انتظامی امور کے ماہر اور کہنہ مشق تھے آپ کے دور میں کالج نے خوب ترقی کی منازل طے کیں۔

۲۔ پروفیسر اسلم جاوید صاحب:

آپ انتہائی باکردار، مخلص اور ایمان دار منظم تھے، طلباء اور اساتذہ سے آپ کا رویہ بہت مشفقانہ تھا، ۔آپ انتہائی بہادر اور نڈر سربراہوں میں تھے۔

۳۔ پروفیسر الیاس قریشی صاحب:

آپ بہت حلیم طبیعت کے حامل پرنسپل تھے ہمہ وقت کالج کی بہتری کے لیے نت نئے اقدامات کے بارے میں سوچ وبچار کرتے رہتے تھے۔طلباء سے گہرا رابطہ رکھتے تھے۔

۴۔ پروفیسر محمد ارشد صاحب:

آپ انتہائی نیک سیرت اور خداداد صلاحیتوں کے مالک تھے۔کالج ہذا کے بانی اساتذہ میں سے تھے۔مقامی ہونے کے ناطے آپ نے کالج کی بہتری کے لیے کئی انقلابی قدم اُٹھائے مثلاً ملٹی پرپز ہال، سٹاف روم کی تعمیر اور پوسٹ گریجویٹ بلاک کی تعمیر آپ کی کوششوں کے باعث ہوئی۔طلباء اور اساتذہ پر یکساں شفیق تھے نیز انتظامی اُمور میں ملکہ رکھتے تھے۔

۵۔ پروفیسر سعید اختر خان صاحب:

آپ انتہائی سادہ اور ملنسار طبیعت کے مالک پرنسپل رہے۔آپ ماہر معاشیات تھے اُن سے پڑھے ہوئے شاگرد آج بھی اُن کا نام احترم سے لیتے ہیں۔آپ کی سادگی اور ملنساری کی تعریف کالج کے مندوبین آج بھی کرتے ہیں۔آپ کے دور کالج کے باؤنڈری وال اور کمپیوٹر لیب کی تعمیر ہوئی اور کالج کا رزلٹ بہتر ہوا۔

۶۔ پروفیسر میاں عبدالحمید صاحب:

آپ انتہائی مختصر عرصے کے لیے پرنسپل رہے اور اپنے آبائی شہر بہاول پور تبادلہ کرا گئے۔آپ انتہائی بے باک اور کھری طبیعت کے مالک تھے۔

۷۔ پروفیسر ڈاکٹر محمود الحسن صاحب:

آپ کا جنوبی پنجاب کے کیمسٹری کے ماہر اور مقبول اساتذہ میں شمار ہوتا ہے۔آپ ایک سال کالج ہذا کے پرنسپل

رہے۔آپ بہترین منتظم تھے نظم وضبط کے معاملہ میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ باوجود انتظامی مصروفیت کے طلباء کے ساتھ گہری وابستگی کی وجہ یہ تھی کہ آپ کیمسٹری کا پیریڈ خود پڑھاتے تھے۔آپ کے تبادلہ ہونے پر طلباء بہت رنجیدہ تھے۔آپ نے کالج کے طلباء کی تعداد میں کئی گنا اضافہ کیا۔

۸۔ پروفیسر راؤ ارشاد علی خان صاحب:

آپ فروری ۲۰۱۵ء سے اپریل ۲۰۲۲ء تک سات سال کالج ہذا کے پرنسپل رہے۔اس سے پہلے آپ ڈپٹی ڈائریکٹر کالجز لودھراں بھی رہ چکے تھے۔انتظامی عہدوں پر فائز رہنے کی وجہ آپ کو انتظامی اُمور کا وسیع تجربہ تھا۔آپ نیا پنے دور میں کالج کی بہتری کے لیے بہت کام کیا آپ کے دور میں کالج کے طلباء کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔کالج میں بی۔ایس کلاسز کا اجراء آپ کے کارنامہ نمایاں میں سے ایک ہے۔مزید یہ کہ آپ نے کالج کمپیوٹر لیب کو دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے TEF کے تعاون سے فعال کیا۔

۹۔ پروفیسر محمد احسن ملک صاحب:

آپ اپریل ۲۰۲۲ء سے اکتوبر ۲۰۲۳ء تک پرنسپل کے عہدے پر فائز رہے۔آپ کے دور میں ۱۰ کمروں پر مشتمل بی ایس بلاک کا افتتاح ہوا۔آپ نے سائنس لیبز کی بہتری کے لیے بہت سا کام کیا اور لیبز کو فعال کیا۔کالج کا میگزین نئے سرے سے ''اجرک'' کے نام سے شائع کیا گیا۔کالج میں طلباء کی حاضری کو یقینی بنایا۔سپورٹس میلہ کروایا اور سالانہ فنکشن کروایا جس میں چنیدہ اساتذہ کو ایوارڈ سے بھی نوازا گیا۔کالج کے گراسی پلاٹ پر خصوصی توجہ دی گئی۔ پھول دار پودے لگانے،گراسی پلاٹ کی صفائی اور ماحول کو دیدہ زیب بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔آپ کے دور میں میاوا کی جنگل کا قیام عمل میں آیا

۱۰۔ پروفیسر شکیل احمد منگلا صاحب

آپ کالج کیا کتوبر ۲۰۲۳ء سے فروری ۲۰۲۵ء تک پرنسپل رہے آپ بہترین منتظم تھے۔آپ نے پرنسپل کی ذمہ داری بڑے احسن انداز میں نبھائی۔لیکن اس قلیل عرصہ میں آپ نے کالج کے نظم وضبط،طلباء کی حاضری، اساتذہ کرام کی باقاعدگی اور کلاسز کی روانی میں انقلابی تبدیلی برپا کی۔آپ نے اپنی نگرانی میں ٹسٹ سسٹم کو فعال اور باقاعدہ کیا۔لائبریری میں کمپیوٹر نصب کر کے لائبریری کو ڈیجیٹل کرنے کی طرف پہلا قدم اُٹھایا۔طلباء اور اساتذہ کو پریکٹیکل کی تیاری پر خصوصی توجہ دینے پر آمادہ کیا۔کالج کی صفائی میں مزید بہتری لانے کی کوشش کی۔کالج کے گراسی پلاٹس کو خوب سے خوب صورت اور دیدہ

زیب بنانے کے لیے چھوٹے عملے کو متحرک کیا۔

۱۱۔ پروفیسر محمد عرفان یاسر صاحب

آپ کو پرنسپل کی ذمہ داری سنبھالے ایک سال کا عرصہ ہونے کو ہے اس مختصر عرصے میں آپ نے کالج کے حالات کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ کالج کے گراسی پلاٹس سے لے کر کلاس رومز تک ایک واضح تبدیلی محسوس کی جا سکتی ہے۔ کالج میں داخل ہوتے ہی پتہ چلتا ہے ہم کسی اعلیٰ شہر کے بڑے کالج میں آ گئے ہیں۔ انھوں نے اپنی مدد آپ کے تحت کالج میں ایک اور کمپیوٹر لیب کو متحرک کیا ہے جو طلبہ کی تعداد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہت ضروری تھی۔ آپ نے کالج کے تمام بلاکس کی طرف راہنمائی کے لیے کالج گیٹ کے سامنے ایک تعارفی بورڈ نصب کیا ہے جس سے آنے والوں کے لیے آسانی ہو گئی ہے۔ اُن کی کاوش سے کالج میں سمارٹ کلاس روم بن گیا ہے جس میں جدید کمپیوٹرز بورڈ اور پروجیکٹر لگایا گیا ہے اور اسی طرح جدید سیکیورٹی سسٹم جس میں سی سی ٹی وی کیمرے شامل ہیں اس سے کالج کا حفاظتی نظام بہت اچھا ہو گیا ہے۔ اب وہ کالج میگزین کی دوبارہ اشاعت اور بی ایس پروگرام کو مزید بہتر کرنے کی طرف تیزی سے رواں دواں ہیں۔ وہ کالج کو پنجاب بھر کے بہترین کالجوں میں لانے اور مثالی نتائج فراہم کرنے والا ادارہ بنانے میں دن رات کوشش ہیں وہ بغیر کسی لالچ طمع کے اپنے کالج کے لیے محنت کر رہے ہیں۔ اللہ اُن کی محنت کو رنگ لگائے۔ آمین۔

قطعہ

ہر گھڑی آنکھوں کو نم دیتے ہیں وہ
اس لیے رونے بھی کم دیتے ہیں وہ
جانتے ہیں ایسے ہی ڈرتا ہوں میں
جان کے زلفوں کو خم دیتے ہیں وہ

پروفیسر ڈاکٹر عمران واقفؔ

تنویر نعمان ہاشمی لودھراں

''کچھ نے کہا یہ چاند ہے"

ابن انشاء

اردو ادب کو ایسی کئی کرشماتی شخصیات بھی میسر آئیں جنھوں نے کچھ سالوں میں عشروں جتنا کام کر دکھایا۔ گو دنیائے فانی میں وہ زیادہ عرصہ نہیں گذار سکے لیکن ان کی تخلیقات اور فن نے بعد از مرگ بھی انھیں زندہ رکھا۔ وہ صرف حیات میں ان کی خدمات کو سراہا گیا بلکہ بعد از وفات بھی انھوں نے اپنی مقبولیت برقرار رکھی۔ ایسی ہی ایک نابغۂ روزگار شخصیت کو دنیائے ادب ابن انشاء کے نام سے جانتی ہے۔ ان کی بھرپور تخلیقی زندگی کے سبب انھیں ''اردو ادب کا دیو مالائی کردار'' بھی کہا جا سکتا ہے جو مترجم، مدیر کالم نویس، سفر نامہ نگار، مزاح نگار اور شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ سرکاری عہدے دار اور سفارت کار بھی تھے۔ وہ اپنے اختیار کردہ ان تمام شعبوں میں بھرپور استعداد اور ہنرمندی کے ساتھ بروئے کار آئے اور اپنے بعد آنے والوں کو نئی سمتوں کے سفر میں مدد دی۔ بطور مقبول ادیب انھوں نے اپنے تعارف کے باب میں بھی خوب صورت منفرد اور دل چسپ پیرایۂ اظہار سے دوسروں کے لیے گنجائش ختم کر دی۔

ابن انشاء کی تاریخ پیدائش دیسی مہینوں کے حساب کے مطابق ۱۵ جون ۱۹۲۷ء ہے جبکہ میٹرک کی سند پر ۴ جنوری ۱۹۲۴ء (ضرورتاً) درج ہے۔ وہ جالندھر کے علاقے پھلور کے گاؤں ''تھلہ'' میں کھوکھر راج پوت خاندان میں منشی خاں اور مریم کی پہلوٹھی کی اولاد تھے۔ ان کا نام شیر محمد رکھا گیا۔ ان کے والد منشی خاں کو خاندان کے ماحول کے باعث پرائمری پاس کرنے سے قبل ہی سلسلۂ تعلیم ترک کرنا پڑا تھا جس کا انھیں بے حد افسوس تھا۔ انھوں نے اپنے بھائی لبھو خاں کھوکھر کی مخالفت کے باوجود اپنے بیٹے کو تعلیم سے آراستہ کرنے کا تہیہ کیا۔ ابن انشاء ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں تھلہ اور پھلور سے حاصل کرنے کے بعد ۱۹۳۹ء میں ہائی سکول لدھیانہ کی سنیئر سپیشل کلاس میں داخل ہوئے جہاں انھیں انگریزی کا مضمون پاس کرنے کے بعد ہائی کلاس میں پہنچنا تھا۔ انھوں نے یہاں فارسی اور ہندی کو بطور اختیاری مضمون ترجیح دی۔

۱۹۴۲ء میں امتیاز کے ساتھ میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ میٹرک کے زمانے میں ''حمید نظامی'' سے خط کتابت ہونے لگی تھی سو ان کی ترغیب پر لاہور آئے اور اسلامیہ کالج میں داخلہ لیا۔ رہائش کے ساتھ ہی اخبار کے دفتر میں چھوٹی سی ملازمت

کا بندوبست بھی ہو گیا لیکن تھوڑے ہی عرصے میں طبیعت اچاٹ ہو گئی اور لدھیانہ آ گئے۔ کچھ ماہ بٹھنڈہ بھی مقیم رہے پھر انھیں انبالہ میں ملٹری اکاؤنٹس میں کلرک کی ملازمت مل گئی۔ یہاں انھوں نے تعلیم کے سلسلے کو آگے بڑھایا اور ۱۹۴۴ء میں منشی فاضل کا امتحان اور ۱۹۴۵ء میں ایف اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۴۶ء میں جامعہ پنجاب سے بی اے کا امتحان پاس کیا پھر پرسانسٹی ٹیوٹ دہلی میں ملازمت کی اور ادارے کے رسالے کے مدیر بھی رہے۔ اس کے بعد آل انڈیا ریڈیو میں خبروں کے مترجم مقرر ہو گئے۔ یہاں وہ ہارڈنگ لائبریری کے کمرے ہی میں مقیم تھے۔ تقسیم ہند کے وقت واپس ہوئے اور لاہور ہجرت کی ۱۹۵۰ء میں دستور ساز اسمبلی میں سینئر ٹرانسلیٹر مقرر ہوئے۔ انھوں نے ۱۹۵۶ء تک یہاں کام کیا اور اس دوران میں ۵۳ء میں جامعہ کراچی سے ایم اے اردو کا امتحان پاس کیا۔

وہ محکمہ ویلیج ایڈ اینڈ پبلسٹی میں ایڈیٹر مطبوعات بھی رہے اور اس ادارے کا ''پاک سرزمین'' کے نام سے رسالہ جاری کیا جو ۱۹۶۱ء تک جاری رہا۔ وہ پاکستان کونسل آف ایگری کلچرل ریسرچ میں کچھ عرصہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر مطبوعات مقرر ہوئے ۱۹۶۱ء ہی میں بیلجیم کے سرکاری دورے پر شعراء کے اجتماع میں پاکستان کی نمائندگی کی۔ وہ پاکستان رائٹرز گلڈ کی مجلس عاملہ میں شامل رہے۔ ۱۹۶۲ء میں نیشنل بک کونسل کے ڈائریکٹر اور پھر ۱۹۶۴ء میں سربراہ مقرر ہوئے ان کا عہدہ وفاقی وزیر کے برابر تھا۔

انھوں نے ادب کے فروغ کے لیے بھرپور کوشش کی اور کئی منصوبوں کی بنیاد رکھی۔ وہ ٹوکیو بک ڈویلپمنٹ پروگرام کے وائس چیئر مین اور ایشین کو پبلی کیشن پروگرام کی مجلس ادارت کے رکن رہے۔ ملک اور بیرون ملک نمائشوں ''کتاب میلوں'' تعارفی سلسلوں کا انعقاد کیا اور پاکستانی مطبوعات بیرون ملک کام یابی سے متعارف کرائیں۔ وہ یونیسکو کے مطالعاتی پروگرام کے سرگرم رکن رہے۔

انھیں اچانک سرطان تشخیص ہوا تھا لیکن وہ اپنی بیماری کے بارے میں تذکرہ کرنے سے پہلوتہی کرتے۔ ان کی طبعی شگفتگی اس تکلیف کی نذر ہونے لگی تھی۔ بیماری کے باعث بغرض علاج ان کی لندن پوسٹنگ کی گئی۔ وہ ۲۶ فروری ۱۹۷۷ء کو پاکستان سے آخری بار روانہ ہوئے تو ان کی صحت یابی کے متعلق ان کے احباب پرامید تھے کہ سرکار کے تعاون سے وہ لندن علاج کے بعد مکمل تن درست ہو سکیں گے۔ ابن انشاء نے وہاں سے بھی حتی المقدور خدمت ادب کو جاری رکھا۔ انھوں نے کئی مخطوطات کی فلمیں بنا کر پاکستان بھیجیں۔ بیماری کے ان ایام میں وہ وہاں پاکستانی سفارت خانے سے وابستہ رہے۔ ان کے لیے آپریشن

تجویز کیا گیا تھا لیکن وہ کتراتے رہے دوستوں کے اصرار پر بالآخر انھوں نے آپریشن کرالیا۔ آپریشن کے بعد ان کی خوش طبعی لوٹ آئی لیکن کچھ روز بعد طبیعت پھر بگڑ گئی اور ۱۱ جنوری ۱۹۷۸ء کو دنیائے ادب کا یہ چاند خاموشی سے ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔

ان کے جسد خاکی کو پاکستان لاکر تدفین کی گئی۔ میٹرک پاس کرنے سے قبل ہی ابن انشاء کی شادی ہوگئی تھی۔ ابن انشاء نے عزیزہ بی بی کے ساتھ بچپن کے اس بندھن کو قبول نہیں کیا۔ ان کی اس ازدواجی زندگی کی مدت ۱۱ سال ہی گنی جاسکتی ہے کیونکہ ۱۹۵۱ء کے بعد ان کی یہ منکوحہ گھریلو ناچاقی کے سبب اپنے بھائی کے ہاں فیصل آباد مقیم رہی۔ اس دوران ابن انشاء نے اس خاتون سے کوئی سروکار نہ رکھا جس سے ان کے دو بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئے۔ کراچی ملازمت کے دوران ایک بار انھوں نے سمجھوتہ کرتے ہوئے بیوی بچوں کو وہاں لے جانا چاہا لیکن والدہ کے حکم پر ایسا کرنے سے گریز کیا یوں ان کی خواہش کے باوجود ان کی حقیقی اولاد ان کی شفقت سے محروم رہی۔ جس کا انھیں بہت ملال تھا لیکن وہ اپنی والدہ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ان کی دوسری شادی شکیلہ بیگم سے ممتاز مفتی کی وساطت سے ۱۹۶۹ء میں ہوئی۔ ابن انشاء کی چار بہنیں اور ۲ بھائی تھے۔ ہجرت کے بعد خاندان بھر کی کفالت کی ذمہ داری انھی کے کاندھوں پر آن پڑی۔ ان کا خاندان روایتی طور پر بہت سادہ اور مہمان نواز تھا۔ تقسیم کے سخت حالات میں بھی یہ لوگ آنے والے مہمانوں کی بساط کے مطابق خاطر کرنے میں تامل نہ کرتے تھے۔ ابن انشاء کی طبیعت میں حساسیت کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ شاعری سے لگاؤ والد کی طرف سے تھا جنھیں پنجابی شاعری بہت پسند تھی اور کبھی کبھار اشعار موزوں کیا کرتے تھے۔ ابن انشاء نے بھی بچپن کے زمانے سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا اور ''اصغر'' تخلص کیا بعد میں ''مایوس عدم آبادی'' استعمال کرتے رہے پھر ''مایوس صحرائی'' ہو گئے۔ ابن انشاء کے بچپن ہی سے اختیار کردہ تخلص ان کے اندرون کا اظہار کرتے ہیں جس کے اثرات سے ان کا کلام بھرپور ہے۔

جب ابن انشاء لدھیانہ میں زیر تعلیم تھے تو ان کے اردو کے استاد برکت علی فائق نے ''مایوس'' نہ ہونے کی ترغیب دی اور ''قیصر'' کو بطور تخلص اختیار کرنے کی تجویز دی تو ابن انشاء نے اپنے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے میونسپل لائبریری کا رخ کیا بعد ازاں اپنے دوست اور ترقی پسند دانش ور حمید اختر کے ساتھ مل کر ائے پر کتب لاتے اور دونوں باری باری پڑھا کرتے تھے۔ اسی دور سے ابن انشاء کو چشمہ لگانے کی ضروت پڑ گئی تھی۔ وہ فقرے چست کرنے میں بے حد طاق تھے۔ میٹرک کے بعد وہ حمید اختر کو خطوط لکھتے جو بقول حمید اختر بے حد دل چسپ اور شگفتہ ہوتے حمید اختر کے ایک بار مختصر خط لکھنے کا

شکوہ کرنے پر جواب میں انھوں نے ۳۵ صفحات کا طویل خط لکھا۔ اسی دور میں انھوں نے اپنے والد کے نام ''منشی'' سے اخذ کرتے ہوئے ابن انشاء کا تخلص ہمیشہ کے لیے اپنا لیا انھوں نے نظم ونثر میں طبع آزمائی کی اور دونوں شعبوں کے موضوعات میں متضاد روش اختیار کی۔ ان کی شاعری سنجیدگی اداسی اور وارفتگی کی کیفیات سے عبارت ہے۔ ''قیصر صحرائی'' کے نام سے ان کا مرتب کردہ دیوان تقسیم ہی میں کھو گیا تھا۔ اول اول وہ اپنی شاعری کے چھپوانے کو چھچھوری حرکت سمجھتے تھے۔ داخلی جذبات کی نمائش سے ان کو نفرت تھی۔ ۱۹۴۳ء میں شیر محمد اختر کے رسالے ''شاہکار'' میں ان کی نظم ''ساحل پر'' شائع ہونے والی پہلی تخلیق تھی وہ شیر محمد اختر کو اپنا محسن گردانتے تھے جن کی وجہ سے شاعری کی طرف بھرپور متوجہ ہوئے۔ ۱۹۵۵ء میں ان کی مختصر طویل نظموں اور غزلیات پر مشتمل پہلا مجموعہ ''چاند نگر'' شائع ہوا۔

اس میں ابن انشاء کی طبیعت کے اس پہلو کا اظہار تھا جو مخفی تھا۔ غم جاں اور غم زماں کے علاوہ اس میں گاؤں ویرانی ،اداسی ،رات اور خزاں کی سی کیفیت ہے ان کے مطابق بعض نظموں کی تکمیل میں سالوں لگے۔ ان کی مقبول ترین غزلیات اور نظموں کا دوسرا مجموعہ ''اس بستی کی کوچے میں'' ۱۹۷۶ء میں شائع ہوا غم عشق ''جوگ بجوگ'' کرب ذات اور فقر کی کیفیات سے پر یہ مجموعہ ابن انشاء کی قلبی واردات کا عکس ہے۔

ابن انشاء کی دیگر شعری کتب میں ''دل وحشی'' ٹھنڈا پریت (منظوم ترجمہ) ''چینی نظمیں ''بلو کا بستہ (بچوں کی نظمیں)'' شامل ہیں۔ وہ مشاعروں میں نہیں جایا کرتے تھے اور فلموں میں گیت لکھنے کو اپنے مزاج کے موافق نہیں جانتے تھے۔ انھوں نے ہشت پہلو ادیب ہونے کے باوجود خود فقط شاعری کو ذریعۂ عزت سمجھا ہے۔ ابن انشاء کی نثر میں شائع ہونے والی پہلی تحریر ''معاہدۂ چھانگا مانگا'' تھی جو ۱۹۴۹ء میں ''سویرا'' میں چھپی۔ مترجم کے طور پر انھوں نے یو جی این چیخوف کے ناول کا ترجمہ ''سحر ہونے تک'' کے عنوان سے کیا۔ انھوں نے ایڈگر ایلن پو کے ۱۵ افسانوی مجموعوں کے تراجم کیے امریکن مصنف او ہنری کے افسانے کا ترجمہ ''لاکھوں کا شہر'' کے عنوان سے کیا۔ اس کے علاوہ انھوں نے نکولس کے ناول کا ترجمہ ''محبوبہ'' کے عنوان سے کیا۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی کے کلام اور بچوں کے لیے کئی کہانیوں کے بھی تراجم کیے۔

ابن انشاء نے کالم نگاری اور مضمون نویسی میں شگفتہ اور دل کش اسلوب اپنایا۔ ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۳ء ''ڈان'' میں ان کے مضامین مختلف ناموں سے چھپتے رہے ۱۹۶۰ء میں ''درویش دمشقی'' کے نام سے ''امروز'' میں ۱۹۶۵ء میں ''باتیں انشاء جی کی'' کے عنوان سے ''انجام'' میں اور ۱۹۶۶ء سے روزنامہ ''جنگ'' میں ان کے کالم شائع ہوتے رہے چراغ حسن

حسرت کی وفات کے بعد ''امروز'' کے کراچی ایڈیشن کی ذمہ داری انھی کوتفویض ہوئی۔ان کے فکاہیہ تحاریر کے مجموعوں میں ''آپ سے کیا پردہ''، ''خمار گندم''، ''قصہ ایک کنوارے کا''، ''باتیں انشاء جی کی'' اور ''اردو کی آخری کتاب'' شامل ہیں۔

انھیں کالم نویسی اور سفر نامہ نگاری میں نئے اسلوب کا بانی بھی کہا گیا۔انھوں نے ایران، افغانستان، برطانیہ کے علاوہ لاطینی امریکہ اور یورپ کے اسفار کیے اور ایک باریک بیں مگر خوش طبع سیاح کی طرح اپنے سفر کے مشاہدات اور تجربات کو نثر کے قالب میں ڈھال کر طنز و مزاح کے انداز میں پیش کیا ان کا کہنا تھا:

''شاعر کو سند باد جہازی ہونا چاہیے''

ان کے سفر نامے بے حد مقبول ہوئے ''دنیا گول ہے''، ''آوارہ گرد کی ڈائری''، ''چلتے ہو تو چین کو چلیے''، ''ابن بطوطہ کے تعاقب میں'' اور ''نگری نگری پھرا مسافر'' ان کے سفر ناموں کے مجموعے ہیں۔ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کی نثر میں ایک جملہ بھی دل چسپی سے خالی نہیں اور نظم میں ایک لفظ بھی زائد نہیں۔سو ان کے کسی جملے اور مصرعے کو کم حیثیت نہیں سمجھا جا سکتا۔ان کا کلام نامور گلوکاروں نے گا کر اسے گلی کوچوں تک پہنچایا۔ان کی نظم و نثر مختلف سطح کے نصاب کا حصہ ہے۔ ادبی خدمات پر انھیں تمغۂ حسن کارکردگی کا حق دار ٹھہرایا گیا۔

پاکستان میں ان کی یاد میں ڈاک ٹکٹ کا بھی اجراء کیا گیا انھوں نے اردو زبان و ادب پر ان مٹ نقوش چھوڑے ابن انشاء کے متعلق ان کے ادیب دوست ابراہیم جلیس نے بجا طور پر کہا تھا:۔

''ابن انشاء جاں فزا تبسم ہی نہیں سرمژگاں لرزتا آنسو بھی ہیں"

ابن انشاء کراچی کے پاپوش نگر قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں.

پروفیسر ڈاکٹر زاہد نواز: اسسٹنٹ پروفیسر کیمیاء

تم یہ نہیں کر سکتے۔۔۔

یہ کہانی دو دوستوں کی ہے جن میں سے ایک بارہ سال کا تھا اور موٹا تازہ تھا۔ جبکہ دوسرا چھ سال کا تھا اور دبلا پتلا تھا۔ وہ ہمیشہ اکٹھے کھیلتے تھے، اکٹھے کھاتے پیتے تھے اور اکٹھے نہاتے تھے۔ ایک دن وہ کھیلتے کھیلتے گھر سے بہت دور نکل گئے۔ کھیلتے کھیلتے جو بارہ سال کا بچہ تھا، وہ کنوئیں میں گر گیا، چیخنے چلانے لگا۔ بچاؤ، بچاؤ، بچاؤ۔ کیوں کہ وہ تیرنا نہیں جانتا تھا۔ چھ سالا بچہ پریشان ہوگیا، پریشانی میں اس نے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن اسے کوئی دکھائی نہ دیا۔ اچانک اس کی نظر ایک بالٹی پر پڑی، جس کے ساتھ ایک رسی بھی بندھی ہوئی تھی۔ اس نے وہ بالٹی کنوئیں میں پھینکی اور بارہ سالا بچے سے کہا کہ اِس بالٹی سے لٹک جاؤ اور وہ اُس بالٹی سے لٹک گیا۔ چھوٹے بچے نے اپنا پورا زور لگا کر اس بڑے بچے کو کنوئیں سے باہر نکال لیا، دونوں بچے بڑے خوش ہوئے اور روئے بھی، لیکن ان کے دماغ میں ایک پریشانی کی بات بھی آئی کہ جب گاؤں جا کر بتائیں گے، تو بڑے ہمیں ڈانٹیں گے۔ لیکن جب وہ گاؤں گئے تو ایسا کچھ بھی نہ ہوا کیوں کہ گاؤں کے لوگ یہ سوچ کر ماننے کو تیار نہ تھے کہ جو بچہ پانی کی بھری ہوئی بالٹی نہیں اٹھا سکتا۔ وہ بارہ سالا بچے کو کنوئیں سے باہر کیسے نکال سکتا ہے؟ لیکن اس گاؤں میں ایک بابا جی رہتے تھے، جو بڑے سمجھدار تھے وہ ان بچوں کی بات پر بھروسہ کر گئے۔ گاؤں کے لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ وہ بابا جی کبھی جھوٹ نہیں بولتے اگر وہ ان بچوں کی بات پر بھروسہ کر گئے ہیں تو اس میں ضرور کوئی نہ کوئی بات ہوگی۔ پھر سارے مل کر اُن بابا جی کے پاس چلے گئے اور کہنے لگے کہ بابا جی یہ کیا ماجرہ ہے؟ بابا جی بولے ماجرہ تو وہی ہے جو بچے بتا رہے ہیں کہ چھوٹے بچے نے بالٹی کنوئیں میں پھینکی اور بڑا بچہ بالٹی سے لٹکا اور چھوٹے بچے نے پورا زور لگا کر اس بڑے بچے کو باہر نکال لیا۔ لوگوں نے کہا، بابا جی سوال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے یہ کیسے کیا بلکہ سوال یہ ہے کہ چھوٹے بچے کے پاس طاقت کہاں سے آئی اُس بڑے بچے کو کنوئیں سے باہر نکالنے کے لیے، تو بابا جی نے بہت سمجھداری کی بات کی اور وہ یہ تھی کہ جب اس بچے نے ایسا کیا۔ تو اس وقت وہاں کوئی بھی شخص موجود نہیں تھا جو یہ کہتا کہ:

''تم یہ نہیں کر سکتے"

تو بچو! آپ کو یہ سمجھ آ گئی ہوگی کہ دنیا میں کوئی بھی کام ناممکن نہیں ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ آپ کو اپنے آپ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔ کہ آپ ایسا کر سکتے ہیں اور دوسری بات کہ آپ کو کسی ایسے شخص کی طرف کان نہیں دھرنے چاہئیں کہ جو آپ کو یہ کہے کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔

پروفیسر ڈاکٹر عمران واقفؔ

واقفؔ کے نثر پارے

بارش اور محبت :

مجھے بارش اور محبت میں بہت سی مماثلت دیکھائی دیتی ہے ۔ دانا لوگ کہا کرتے تھے جب زمین کو طلب ہوتی ہے تو تب بارش ہوتی ہے ۔ جب انسان محبت بانٹتا ہے تو تب اُس کو محبت ملتی ہے ۔ بارش کا پانی جمع کرنا ہو تو برتن کا منہ کھلا اور اوپر کو کرنا پڑتا ہے اگر محبت سمیٹنی ہو تو اعلیٰ ظرف اور وسیع القلب ہونا پڑتا ہے ورنہ لوگ منہ پر خوشامد تو کرتے ہیں محبت نہیں کرتے ۔ جیسے بارش سے بنجر زمین کو کوئی فرق نہیں پڑتا ایسے ہی کورے ذہن لوگوں کو محبت بھی بدل نہیں سکتی ۔ بے حس اور متکبر لوگوں سے محبت کرنا ایسے ہی ہے جیسے کانٹوں پر بارش کا برسنا ۔ بارش کا قطرہ اگر سیپی کے منہ رہے جائے تو وہ گوہرِ صدف بنتا ہے جو مقدر والوں کو ملتا ہے ۔ اگر کوئی محبت کے راز کو جان جائے تو وہ امر ہو جاتا ہے ۔

فرصت :

لوگ جب مصروف ہوتے ہیں تو یاد کرنا بھول جاتے ہیں جب یاد دلائی جائے تو مصروفیت کو آڑے لے آتے ہیں ، میرا معاملہ سب سے الٹ ہے میں جب بہت مصروف ہوتا ہوں تو اپنے چاہنے والوں کو زیادہ یاد کرتا ہوں ۔ جب میں ایسا کرتا ہوں تو میری مصروفیت فراغت میں بدل جاتی ہے ۔ میرا اپنا خیال ہے فارغ وقت میں یاد کرنا ، یاد کرنا نہیں ہوتا وقت پاس کرنا ہوتا ہے ۔

محبت کیا ہے ۔ ۔ ؟

ایک دوسرے کو پا لینے یا جسم کی خواہش ہونے کا نام محبت نہیں ہے ۔ یہ تو وہ جذبہ ہے جس میں ایک دوسرے کا خیال رکھنا ، عزت کرنا ، ایک دوسرے کی بات کو توجہ اور دل سے سننا ، اچھی اور بُری بات کو برداشت کرنا اور دوسرے کی بات کو اہمیت دینے کا نام ہی محبت ہے ۔ محبت تو ایک وسیع سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں ، لیکن ہم اس کو ایک مٹھی میں بند کر کے سمجھتے ہیں کہ یہی محبت ہے ۔ محبت کرنا کوئی جرم نہیں ہے ۔ محبت رنگ ، نسل ، مذہب اور عمر کی بھی محتاج نہیں ، یہ کسی بھی وقت کسی سے بھی ہو سکتی ہے ۔ اس کی ایک ہی شرط ہے وہ یہ کہ اس کی قدر کرنا آتی ہو ۔

فیشن (فلیش فکشن) :

بیگم جو میں نے آپ کو بہت قیمتی اور فینسی سوٹ لے کے دیا تھا آپ نے وہ کبھی پہن کر مجھے نہیں دکھایا ۔ یہاں تو میرا

جینا ہی حرام ہوا ہوا ہے، میں آپ کا گھر سنبھالوں، بچوں کو دیکھوں یا آپ کو فیشن کر کے دیکھاؤں۔ وہ سوٹ تو خاص مواقعوں، دعوتوں، پروگراموں اور دوستوں کے گھر پہن کے جانے کے لیے ہے۔

کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے:

کسی بھی زبان کے ارتقاء میں اُس زبان کے حروفِ تہجی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر اُس زبان کے حروف تہجی تبدیل کر دیے جائیں یا بولے نہ جائیں تو ایک وقت آنے پر وہ زبان اپنا وجود کھو دیتی ہے اس کا بڑا ثبوت سنسکرت زبان ہے۔ اردو زبان بڑی سہل اور لچک دار زبان ہے۔ اس زبان کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہر زبان کا لفظ شامل ہو کر اس کا حصہ بن جاتا ہے۔ اگر صحیح معنوں میں دیکھا جائے تو اردو کے حرفِ تہجی کی تعداد اڑتیس (۳۸) ہے لیکن کچھ اہلِ علم نے اس میں ہائے دوچشمی (بھ، پھ، کھ، گھ وغیرہ) کے حروف کو شامل کر کے اس کی تعداد باون (۵۲) لکھی ہے۔ برحال ہائے دوچشمی کے بنا حروف کو زیادہ ترجیحی دی جاتی ہے اکثر و بیشتر اُن کا استعمال ہی ہوتا ہے اِن کو ہی گِنا جاتا ہے۔ اردو کے اِن حروفِ تہجی کو کچھ لوگوں نے ایک جملے یا ایک شعر میں سمونے کوشش کی ہے۔ جن میں کچھ لوگ کامیاب ٹھہرے اور وہ جملے بھی بہت دلچسپ ہیں:

ذرا ملاحظہ کریں معروف شاعرہ اور ادیبہ آمنہ عالم کا بنایا گیا جملہ، جس میں اُردو کے تمام حروف تہجی موجود ہیں:

''صاحب! ذرا ژولیدہ سر سفید ڈاڑھی والے ضعیف شخص کا ظرف دیکھئے۔ جج کے غلط فیصلے
کے باعث قید کاٹ کر نکلا تو بگڑنے کے بجائے زمین چوم کر بولا- پاکستان زندہ باد۔''

اسی طرح کا ممتاز مزاح نگار علی رضا احمد کا تحریر کردہ ایک جملہ، اس جملے میں بھی اُردو کے تمام حروف تہجی موجود ہیں:

''ایک ٹیلے پر واقع مزار خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے احاطہ صحن میں ذرا سی ژالہ باری
چاندی کے ڈھیروں کی مثل بڑے غضب کا نظارہ دیتی ہے''

اردو کے تمام حروف جملے میں سمو دینا بھی مشکل کام ہے۔ لیکن شعر یا قطعہ میں تمام حروف کو اکٹھا کرنا اور بھی مشکل کام ہے مگر سید عرفان عُرفی نے اُردُو کا ایک ایسا قطعہ لکھا ہے، جس میں اُردُو کے تمام حروفِ تہجی شامل ہیں:

نہ ژالہ باری نہ دھوپ پڑتی نہ ٹمٹماتی ہے چاندنی اب
نہ کوئی ساغر نہ آگ برکھا، عجیب طرز فنا چلی اب
جدا حلاوت۔ خفا ظرافت، ضعیف ہر شوق، ڈر نہ صدمہ
ثمر جو ذکر حبیب کا ہے یہ تجھ کو عرفی ملا سبھی اب

(سید عرفان عرفی)

پروفیسر شعیب احمد: لیکچرار اردو

فنونِ لطیفہ اور سوشل میڈیا۔۔۔اظہار کی نئی راہیں

سوشل میڈیا نے اکیسویں صدی میں انسانی سماج کی ساخت، رویّوں اور اظہارِ خیال کے طریقوں میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کی ہے۔ یہ صرف رابطے کا ذریعہ نہیں رہا بلکہ ایک بڑی تخلیقی دنیا، ایک ایسا اسٹیج بن چکا ہے جہاں ہر فرد اپنے فن، اپنے احساس اور اپنے نقطۂ نظر کو پوری دنیا تک پہنچا سکتا ہے۔ فنونِ لطیفہ کے حوالے سے سوشل میڈیا نے نہ صرف نئے رجحانات متعارف کروائے ہیں بلکہ نوجوان فنکاروں کے لیے ایسے مواقع بھی پیدا کیے ہیں جو ماضی میں ممکن نہ تھے۔

سب سے پہلے اگر ہم مصوری اور ڈیجیٹل آرٹ کی بات کریں تو سوشل میڈیا نے اس شعبے کو ایک نئی سمت عطا کی ہے۔ آج ایک نوجوان آرٹسٹ اپنے موبائل یا لیپ ٹاپ پر بنائی گئی تصویر کو چند لمحوں میں لاکھوں افراد تک پہنچا سکتا ہے۔ انسٹاگرام، فیس بک اور پنٹرسٹ جیسے پلیٹ فارمز مصوری کا جدید گیلری ہال بن چکے ہیں۔ یہاں لائکس، شیئرز اور کمنٹس ایک فن پارے کی مقبولیت کا فوری پیمانہ بن جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آن لائن آرٹ کمیشنز کے ذریعے کئی نوجوان مالی طور پر مستحکم بھی ہو رہے ہیں۔

فنِ خطاطی بھی سوشل میڈیا کی بدولت ایک نئے عروج سے گزر رہا ہے۔ عربی و اُردو خطاطی کو ویڈیوز، ٹائم لیپس اور جدید گرافک ڈیزائن کے امتزاج سے ایک تازہ جمالیاتی رنگ ملا ہے۔ بہت سے خطاط گھر بیٹھے اپنے فن پارے دنیا بھر کے خریداروں کو بھیج رہے ہیں، یوں سوشل میڈیا نے ان کے فن کو مقامی دائرے سے نکال کر عالمی سطح پر پہنچا دیا ہے۔

موسیقی کے شعبے میں بھی یہی انقلاب نظر آتا ہے۔ یوٹیوب، ٹک ٹاک، اسپاٹیفائی اور فیس بک ریلز نے گانے والے نوجوانوں کے لیے غیر معمولی مواقع پیدا کیے ہیں۔ پہلے ایک گلوکار کو کسی بڑے پلیٹ فارم یا ریکارڈنگ کمپنی تک رسائی درکار ہوتی تھی، لیکن اب ایک موبائل فون اور سوشل میڈیا اکاؤنٹ ہی کافی ہے۔ کئی گلوکار ایسے ہیں جن کی آواز آواز سوشل میڈیا کے ذریعے مقبول ہوئی، اور بعد میں انہوں نے باقاعدہ پروفیشنل میدان میں قدم رکھا۔ اس طرح موسیقی کے فن میں سوشل میڈیا نے ایک نئی جمہوریت پیدا کی ہے جہاں ہر آواز سنی جا سکتی ہے۔

ادب اور تخلیقی تحریر پر بھی سوشل میڈیا کا واضح اثر ہے۔ مختصر کہانیاں، نظم نگاری، اقوال اور جدید فکشن کے مختلف انداز انسٹاگرام پیجز، بلاگز اور فیس بک گروپس کے ذریعے مقبول ہو رہے ہیں۔ نوجوان لکھاری فوری ردِعمل اور حوصلہ افزائی

پا کر مزید بہتر لکھنے کی تحریک حاصل کرتے ہیں۔ کئی نئے قلم کار سوشل میڈیا کی بدولت کتابی دنیا تک پہنچے اور ان کی تحریروں کو ادبی حلقوں میں پذیرائی ملی۔

سوشل میڈیا کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس نے فن کو طبقاتی حدود سے آزاد کر دیا ہے۔ اب فن صرف اُن لوگوں تک محدود نہیں رہا جو بڑی نمائشوں یا ادبی محفلوں تک رسائی رکھتے تھے۔ دیہات، چھوٹے شہروں اور متوسط طبقے کے نوجوان بھی عالمی سطح پر پہچانے جا رہے ہیں۔ سوشل میڈیا اس لحاظ سے ایک منصف، کھلا اور بڑا پلیٹ فارم بن چکا ہے جو محنت اور قابلیت کو سامنے لاتا ہے۔

تاہم، اس کے ساتھ کچھ چیلنجز بھی ہیں۔ سطحیت، نقالی، غیر حقیقی شہرت کی دوڑ اور منفی تبصرے بعض اوقات فنکار کی تخلیقی صلاحیت پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ اسی طرح لائکس اور فالوورز کی بنیاد پر معیار کا اندازہ لگانا بھی کسی حد تک فن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس کے باوجود عمومی طور پر دیکھا جائے تو سوشل میڈیا نے فنونِ لطیفہ کو نئی زبان، نئی رفتار اور نئے اظہار کا حوصلہ دیا ہے۔

آخر میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ سوشل میڈیا فنونِ لطیفہ کے لیے ایک نئی دنیا کا دروازہ ہے۔ یہاں ہر تخلیق کار کو جگہ ملتی ہے، ہر آواز سنی جاتی ہے اور ہر رنگ دکھائی دیتا ہے۔ نوجوان نسل کے لیے یہ پلیٹ فارم نہ صرف اظہار کا ذریعہ ہے بلکہ اپنی شناخت بنانے، سیکھنے اور آگے بڑھنے کا راستہ بھی فراہم کرتا ہے۔ مستقبل میں فنونِ لطیفہ اور سوشل میڈیا کا یہ رشتہ مزید مضبوط ہوگا اور تخلیقی دنیا کو نئے امکانات سے روشناس کراتا رہے گا۔

ایک شعر

کتنے ظالم ہیں جو یہ کہتے ہیں
توڑ لو پھول، پھول چھوڑو مت
باغباں ہم تو اس خیال کے ہیں
دیکھ لو پھول، پھول توڑو مت

شاعر: جون ایلیاء　　انتخاب: محمد یوسف

محمد شاہزیب: سیکنڈ ائیر

مصنوعی ذہانت اور مستقبل: موضوع یا خطرہ

آج کے دور کی جدید ترین ایجاد ہے جو انسانوں کی طرح سوچنے سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ ایجاد بلاشبہ فائدہ مند بھی ہے اور خطرناک بھی ہے۔ یہ اس کے استعمال پر منحصر ہے۔ مصنوعی ذہانت ایسی مشین ہے جو انسانوں کی طرح سوچنے اور فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ یہ کام انجام دے سکتی ہے جو انسان نہیں کرسکتا۔ (ایلن مسک–CEO of Meta) کہنے والے کہتے ہیں: ''مصنوعی ذہانت سب سے طاقتور ٹیکنالوجی ہے جو اب تک تخلیق کی گئی ہے، اور اگر اسے درست طریقے سے نہ سنبھالا گیا تو یہ ہمارے لیے زیادہ خطرناک بھی ہوسکتی ہے''۔ سندر پچائی (Google کے CEO) کہتے ہیں: ''AI آگ، بجلی یا انٹرنیٹ سے بھی زیادہ انقلابی ایجاد ہے''۔ مصنوعی ذہانت (AI) کو خادم کی حیثیت سے رکھیں، آقا نہ بننے دیں۔

مصنوعی ذہانت (AI) کے فوائد:

مصنوعی ذہانت (AI) ایک جدید اور انقلابی ٹیکنالوجی ہے جس نے دنیا کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہ انسانوں کی طرح سیکھنے، سوچنے اور فیصلے کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس کا استعمال آج صحت، تعلیم، زراعت، صنعت، کاروبار اور روزمرہ زندگی میں ہو رہا ہے۔

۱۔ خودکار نظام اور کارکردگی میں اضافہ

مصنوعی ذہانت مشینوں کو خودکار بناتا ہے، جس سے وقت اور محنت کی بچت ہوتی ہے۔ سمارٹ اسسٹنٹس ہزاروں کام باآسانی سرانجام دے رہے ہیں۔

۲۔ صحت کے شعبے میں بہتری:

بیماریوں کی جلد پہچان، جدید علاج اور تشخیص میں AI مدد دیتی ہے۔ مثلاً ایکسرے اور سلیپس کی رپورٹوں کو زیادہ درست طریقے سے پڑھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۳۔ بہتر فیصلہ سازی میں معاونت:

AI) لوگوں کو ڈیٹا کو تجزیہ کرنے میں بہتر اور درست فیصلہ کرنے میں مدد دیتی ہے۔ مثلاً کمپنیوں کی پرفارمنس کی رپورٹ وغیرہ۔

۴۔تعلیم اور تفریح میں ذاتی ترجیح:

AI سیکھنے کے عمل کو آسان بناتی ہے۔ جیسے یوٹیوب پر مختلف اسباق اور ایپس (AI ٹولز) سے سیکھتے ہیں۔ٹیچر بھی اسی طرح کی سہولت حاصل کرتے ہیں۔

۵۔زراعت وصنعت میں مدد:

مصنوعی ذہانت (AI) فصلوں کی نگرانی، کیڑوں کی شناخت، اور پیداوار کے اندازے میں مدد فراہم کرتی ہے۔ صنعتوں میں معیار کو برقرار رکھنے اور خرابیوں کی پیشگی میں نشاندہی کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔سیم آلٹمین (CEO OpenAI) کہتے ہیں"(AI) انسانیت کی سب سے طاقتور ایجاد ہے۔''اور ستیا نڈیلا (CEO Microsoft) کہتے ہیں کہ: "(AI) ہماری نسل کی سب سے بڑی ایجاد ہے۔"

مصنوعی ذہانت کے نقصانات:

مصنوعی ذہانت جہاں بے شمار فائدے دیتی ہے، وہیں اس کے کی نقصانات بھی ہیں جن پر دنیا کے بڑے بڑے ماہرین سنجیدگی سے بات کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔مصنوعی ذہانت دنیا بھر میں شدید اثر ڈال رہی ہے۔ یہ ۹۰٪ تک انسانوں کی نوکریاں ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ روبوٹ مشینوں کو عام لوگوں سے زیادہ سمجھ ہوتی ہے۔روبوٹ ایک دن انسانوں کو Replace کر سکتے ہیں (جاپانی مثال)۔مثلاً کھانا، خودکار طریقے سے بنائیں گے، اور خودکار گاڑیوں (Auto Vehicles) کا استعمال بڑھ جائے گا۔ایلن مسک (CEO META) کہتے ہیں کہ''(AI) ایک شیطان کو بلانے کے مترادف ہے''۔اور سیم آلٹمین (CEO OpenAI) کہتے ہیں کہ''اگر (AI) کو غلط ہاتھوں میں دے دیا گیا یا بغیر نگرانی ترقی دی گ ء، تو یہ سچاء، پرائیویسی اور آزادرائے کو نقصان پہنچائے گا۔''

مصنوعی ذہانت اور اسلام:

اسلام میں اصول یہ ہے کہ کوئی چیز جب اچھی نیت سے استعمال ہو تو جائز ہے، جب بُری نیت سے ہو تو منع ہے۔اگر سائنسی یا تعلیم/ خدمت کے لئے استعمال ہو تو حلال اور جائز ہے، اور اگر حرام کاموں یا نقصان پہنچانے کے لئے ہو تو ناجائز ہے۔اگر AI کو غلط طریقے سے استعمال کیا گیا یعنی فریب، فحش اور ظلم کے لئے استعمال کیا گیا تو یہ اسلام کی تعلیمات کے خلاف سمجھی جائے گی۔اسی کو دیکھتے ہوئے پاکستان کے سپوت محمد عرفان ملک (بہاولپور سے ٹیکنالوجی ماہر) اور ڈاکٹر جاوید اقبال

(پروفیسر، بہاولپور) نے مل کر شاہدہ جی پی ٹی (Shahada GPT) کی بنیاد رکھی جو صرف اسلام کی تعلیمات پر کام کرتی ہے اور سب کچھ درست مہیا کرتی ہے۔ محمد عرفان ملک کچھ یوں سوچتے ہیں: ''اس ٹیکنالوجی کا مقصد صرف علمی تحقیق نہیں، بلکہ عام مسلم کمیونٹی کو فائدہ پہچانا ہے۔''

مصنوعی ذہانت کا مستقبل:

جب میں مستقبل کے بارے میں سوچتا ہوں تو مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مصنوعی ذہانت سے جڑا ہوا ہے۔ جو کچھ آج ہم دیکھ رہے ہیں جیسا کہ META، ChatGPT اور Gemini وغیرہ دراصل یہ آنے والے کل کی جھلک ہیں۔ یہ سب دراصل اس دنیا کی ایک کھڑکی ہے جس میں آج ہم داخل ہو رہے ہیں۔

موضوع یا خطرہ:

مصنوعی ذہانت (AI) آج کے دور کی سب سے طاقتور ایجاد ہے، مگر طاقت کے ساتھ ذمہ داری بھی آتی ہے۔ یہ ایک طرف یہ سنہری موقع بھی سمجھتا ہے۔ زراعت اور صنعت کی ترقی میں انقلاب لاسکتی ہے اور دنیا کے بڑے مسائل حل کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ لیکن، دوسری طرف یہ ایک بڑا خطرہ بھی بن سکتی ہے۔ دنیا کے مشہور ٹیکنالوجی ماہرین نے خبردار کیا ہے کہ اگر مصنوعی ذہانت کو ظابطوں کے بغیر چلایا گیا، تو یہ نوکروں کے خاتمے، مم معلومات کے غلط استعمال اور انسانیت کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم اسے کیسے استعمال کرتے ہیں؟ اگر ہم اسے اخلاقی اصولوں، قوانین اور انسانی اقدار کے ساتھ استعمال کریں، تو یہ ترقی کا ایک عظیم ذریعہ بن سکتا ہے، اگر اسے بے قابو چھوڑ دیں تو یہ معاشرے اور امن کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔ شاعر کہتا ہے:

علم کی شمع جلے، پر دلوں میں نور رہے
ترقی ہو مگر انسانیت کا شعور رہے
نہ ہواندھا سفر، نہ ہو بے راہ روی
بتا اے علم! تیرا صحیح دستور کیا ہے؟

لہذا سوال یہ نہیں ہے کہ مصنوعی ذہانت موضوع ہے یا خطرہ، بلکہ سوال یہ ہے ''کیا ہم اتنے سمجھ دار ہیں کے اسے درست طریقے سے استعمال کرسکیں؟'' اور اگر نہیں تو علماء کرام، ماہرین اخلاق اور ٹیکنالوجی ماہرین کو چاہئے کہ وہ مل ہمیں وہ راستہ دکھائیں جس سے (AI) انسانیت کی بھلائی کا ذریعہ بنے نہ اس کی تباہی کا۔

پروفیسر شازیہ لطیف، لیکچرار معاشیات

غربت پیدا کرنے والی وجوہات

ہمارے معاشرے کے گریبان میں جھانکتی ہوئی تو بے رحم وجوہات، جو بتاتی ہیں کہ یہاں کا عام آدمی غربت کے دلدل سے کیوں نہیں نکل پاتا۔ یہ میٹھی باتیں نہیں، کڑوی گولیاں ہیں۔ اس کو پڑھنے سے پہلے دل پر ہاتھ رکھ لیں۔

۱۔ ''سرکاری نوکری'' کا نشہ

پاکستانی نوجوان کی جوانی کے بہترین ۱۰ سال ''سرکاری نوکری'' کے انتظار میں گل سڑ جاتے ہیں۔ وہ پچیس ہزار کی پرائیویٹ نوکری یا چھوٹا کاروبار کرنے کو توہین سمجھتے ہیں اور ۳۰ سال کی عمر تک والدین کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں۔ نتیجہ؟ جب ہوش آتا ہے تب تک وقت اور عمر دونوں ہاتھ سے نکل چکے ہوتے ہیں۔

۲۔ دکھاوے کی شادیاں (امیروں کی نقل)

جیب میں پھوٹی کوڑی نہیں، مگر شادی پر ۱۰ لاکھ کا کھانا اور ۵ لاکھ کا جہیز دینا ''ناک'' کا مسئلہ ہے۔ یہ قوم اپنی زندگی کی کل جمع پونجی صرف ۴ گھنٹے کی تقریب میں لوگوں کو کھانا کھلا کر برباد کر دیتی ہے، اور پھر اگلے ۵ سال قرضہ اتارتی رہتی ہے۔

۳۔ ڈگری زدہ جاہل

ہاتھ میں ماسٹرز کی ڈگری ہے مگر ایک پروفیشنل ای میل لکھنی نہیں آتی۔ ہمارے تعلیمی نظام نے صرف ''نوکر'' پیدا کیے ہیں، ہنرمند نہیں۔ ڈگری کو قابلیت سمجھنا سب سے بڑی بیوقوفی ہے، کیونکہ مارکیٹ ڈگری کو نہیں، ''سکل'' (Skill) کو پیسے دیتی ہے۔

۴۔ ایک کمائے، دس کھائیں

مشترکہ خاندانی نظام (Joint Family) کی یہ کڑوی سچائی ہے کہ اگر ایک بھائی کمانے لگ جائے تو باقی سب ''پیر پسار'' کر لیٹ جاتے ہیں۔ یہاں (مفت خورے) بننے کا رواج ہے، جس کی وجہ سے کمانے والا بھی کبھی امیر نہیں ہو پاتا کیونکہ اس کا پیسہ سرمایہ کاری میں نہیں، دوسروں کا پیٹ بھرنے میں لگ جاتا ہے۔

۵۔ کمیٹی کلچر (مردہ پیسہ)

پاکستانیوں کو انویسٹمنٹ سے ڈر لگتا ہے مگر ''کمیٹی'' ڈالنے کا شوق ہے۔ کمیٹی ''مردہ پیسہ'' (Dead Money) ہے۔ دو سال بعد جو ایک لاکھ ملے گا، مہنگائی کی وجہ سے اس کی قدر ۶۰ ہزار رہ چکی ہوگی۔ یہ بچت نہیں، اپنے پیسے کی قدر گرانے کا طریقہ ہے۔

۶۔ انا کا بت (میں یہ کام کروں گا؟)

''میں چوہدری کا بیٹا ہوں، میں ریڑھی لگاؤں گا؟'' اس جھوٹی انا نے لاکھوں گھرانا جاڑ دیے۔ یہاں لوگ بھوکے مر جائیں گے لیکن کوئی چھوٹا کام شروع کرنے میں شرم محسوس کریں گے۔ یاد رکھیں، کام چھوٹا نہیں ہوتا، بندے کی سوچ چھوٹی ہوتی ہے۔

۷۔ صحت کی تباہی (خودکشی)

ہم وہ قوم ہیں جو ۴۰ سال کی عمر تک تیل اور چینی ٹھونس کر اپنا جسم برباد کرتے ہیں اور پھر ۵۰ سال کی عمر کے بعد اپنی ساری کمائی ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کو دے دیتے ہیں۔صحت کو نظر انداز کرنا غربت کا سیدھا راستہ ہے۔

۸۔شارٹ کٹ کی تلاش

ہمیں امیر بننا ہے،لیکن محنت کے بغیر۔کبھی ڈبل شاہ،کبھی کرپٹو کے فراڈ اور کبھی لاٹری۔پاکستانی قوم پروسیس (Process) پر یقین نہیں رکھتی،اسے ''معجزہ'' چاہیے۔اور معجزے کے انتظار میں نسلیں غریب رہ جاتی ہیں۔

۹۔الزام تراشی (Victim Mentality)

''حکومت خراب ہے،نواز شریف کھا گیا،عمران خان نے کیا کرلیا،فوج نہیں چھوڑتی۔۔'' یہ وہ چُورن ہے جو ناکام لوگ روز بیچتے ہیں۔یہ ماننے کے بجائے کہ ''میں نالائق ہوں''، وہ اپنی ناکامی کا ملبہ سسٹم پر ڈال کر بری الذمہ ہوجاتے ہیں۔

۱۰۔ادھار پر عیاشی

ہم وہ لوگ ہیں جو ''آئی فون'' قسطوں پر لیتے ہیں تاکہ ان لوگوں کو متاثر کرسکیں جو ہمیں پسند بھی نہیں کرتے۔غیر ضروری چیزوں (Liabilities) کے لیے قرض لینا مالی خودکشی ہے،جو یہاں کا ہر دوسرا بندہ کر رہا ہے۔

۱۱۔سیکھنا بند (The Know-it-all)

ڈگری ملتے ہی کتاب بند۔پاکستانی اوسطاً سال میں ایک کتاب بھی نہیں پڑھتا۔جب آپ اپنے دماغ پر انویسٹ کرنا بند کر دیتے ہیں،تو آپ کی جیب خود بخود خالی ہونا شروع ہوجاتی ہے۔

۱۲۔رسک فوبیا (Risk Aversion)

''پیسہ ڈوب نہ جائے''۔اس ڈر سے لوگ پیسہ بینک میں سڑنے دیتے ہیں یا پلاٹ لے کر چھوڑ دیتے ہیں۔کاروبار کرنے کا، رسک لینے کا حوصلہ ہی نہیں ہے۔اور جو رسک نہیں لیتا،وہ کبھی ترقی نہیں کرتا۔

۱۳۔حاسدانہ رویہ

امیر آدمی کو دیکھ کر یہ سیکھنے کے بجائے کہ ''یہ کیسے امیر ہوا؟''،ہم کہتے ہیں ''ضرور حرام کا کمایا ہوگا''۔امیروں سے نفرت کر کے آپ کبھی امیر نہیں بن سکتے،کیونکہ لاشعوری طور پر آپ وہ بننا ہی نہیں چاہتے جسے آپ برا سمجھتے ہیں۔

۱۴۔وقت کا قتلِ عام

چائے کے ڈھابوں پر گھنٹوں سیاست پر بحث،ٹک ٹاک پر اسکرولنگ اور فضول محفلیں۔غریب آدمی کے پاس پیسے کے علاوہ سب سے قیمتی چیز ''وقت'' ہوتی ہے،اور وہ اسی کو سب سے زیادہ بے دردی سے ضائع کرتا ہے۔

اپنی بدحالی کا ملبہ حکومت یا تقدیر پر ڈالنا بند کریں،کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی جیب خالی نہیں بلکہ آپ کا دماغ بنجر ہے۔جب تک آپ اپنی ''جھوٹی انا'' اور ''سستی'' کا جنازہ نہیں نکالیں گے،غربت آپکی نسلوں کو اسی طرح چاٹتی رہے گی۔

ماریہ قبطیہ: بی ایس انگلش

جہیز ایک لعنت

بدقسمتی سے ہم رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ایک ایسے معاشرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں فضول رسومات اور معاشرتی روایات کا بہانہ بنا کر بہت سی برائیوں کو پروان چڑھتے دیکھا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہم ان رسومات سے واقف ہونے کے باوجود بھی ہم اپنی تنگ نظر سوچ کے غلام ہیں اور دوسروں کی تنقید کے آگے گھٹنے ٹیک دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ المیہ ہے کہ ہمارا معاشرہ ایسے نظریات کی عکاسی کرتا ہے جو نہ دین کا حصہ ہیں اور نہ ہی ان کا معاشرت سے کوئی تعلق ہے۔ ہماری زندگی کا بنیادی جزو بنی ہوئی روایات میں سیا یک دلہن کی رخصتی کے وقت جہیز کی ادائیگی ہے۔ جس نے معاشرے پر اپنا بہت برا تاثر چھوڑا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس پھر بھی ہم جہیز جیسی لعت کو تعلیم یافتہ اور باشعور شہری ہو کر قبول بھی کر لیتے ہیں اور اس کا تقاضہ بھی کرتے ہیں۔ غربت کے اس دور میں والدین بیٹیوں کا جہیز بناتے بناتے اپنی زندگی کی تمام جمع پونجی لگا دیتے ہیں اور ان سب کے باوجود بھی لڑکیاں اپنے سسرال میں مسلسل طعنہ وتشنعیہ کا نشانہ بنتی رہتی ہیں۔ ذہنی طور پر ان بچیوں کو مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

بوڑھی ہوئی غریب کی بیٹی شباب میں
غربت نے رنگ روپ نکھرنے نہیں دیا

پاکستان میں اس وقت تقریبا ۲۵ خواتین نکاح کے بندھن سے صرف اس لئے محروم ہیں کیونکہ ان کے والدین کے پاس انہیں دینے کے لئے جہیز نہیں ہے اور ایسی کئی غیر شادی شدہ لڑکیوں کی ذمہ داری ان کے والدین کو اٹھانا پڑتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہمارے معاشرے میں ۱۵ سے ۲۰ فیصد طلاق کی شرح کا باعث جہیز کی وجہ سے پیدا ہونے والے مسائل ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ایک عورت جہیز میں لائی گئی چیزوں کو برسوں سال سنبھال کر اپنی آنے والی نسل کے لئے محفوظ کر سکتی ہے تو اسے اپنی زندگی میں ان کی ضرورت کیونکر ہوگی۔؟ لیکن ہم ہاں انا اور ناک اونچا کرنے کیلئے جہیز جیسی لعنت کو مصلت کیا جاتا ہے۔ ایک طرف تو ہم ایسے معاشرے کا حصہ بننے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ جہاں ایک مرد اپنی تمام زندگی عورت کی ذمہ داریاں اٹھانے کا دعویٰ کرتا ہے تو شادی کی پہلی رات ہی عورت کے جہیز میں لائے گئے بستر پر سونے کے لئے اس کی غیرت کیسے گوارا کر سکتی ہے۔ اگر اس مرد کے گھر میں اس کے دوست احباب، مسافر اور مہمانوں کے لئے ضرورت سے زائد بستر اور برتن موجود ہیں۔ تو کیا ان چیزوں پر کے آنے والی عورت کا حق نہیں ہوسکتا۔ لیکن یہاں صرف غریب ماں باپ کو ذلیل کیا جاتا ہے تا کہ لوگ باتیں نا کریں۔

وقتاً فوقتاً اگر حکومت نے جہیز دینے پر پابندی لگائی تو امراء نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے جہیز کی روایت کو برقرار رکھا ہے۔ جس کی وجہ سے اس نے رفتہ رفتہ معاشرتی برائی کی صورت اختیار کر لی ہے۔ لیکن اب وقت آچکا ہے کہ ہمیں ان فضول رسم و رواج سے چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا۔ تا کہ کوئی بھی عورت سسرال کے ظلم کا شکار نا ہو۔ اس میں سب سے اہم کردار مردوں کو ادا کرنا ہوگا۔ تا کہ ایک اچھا معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔ نکاح جو کہ کائنات کا پاکیزہ رشتہ ہے کیا اس کی تکمیل میں جہیز جیسی بری رسم کو آڑے آنا چاہیے؟ جب جہیز کی ذمہ داری بیٹی کے والدین کی بجائے اسکے شوہر کی ہوگی تو یاد رکھیے کہ کوئی بھی بیٹی ماں باپ کے لئے بوجھ نہیں ہوگی۔

پروفیسر ڈاکٹر عمران واقف : لیکچرر اردو

مُلا نصر الدین حقیقت یا فسانہ

بچپن میں ہم مُلا نصر الدین سے جڑے ہوئے لطائف سنتے تھے تو سمجھتے تھے کہ یہ کوئی فرضی یا تراشہ ہوا کردار ہے اس کی باتیں سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہیں جس کے نام سے یہ لطیفے مشہور ہوئے ہیں۔ مُلا نصر الدین کے بارے میں یہ بھی علم نہیں تھا کہ اس شخصیت کا تعلق کون سے خطے سے ہے۔ ہم سوچا کرتے تھے کوئی ایسا بھی انسان ہوسکتا ہے جس کی ہر بات ہی مزاحیہ ہو لیکن باتیں بڑے مزے کی ہوتی تھیں جن کو سن کے بے اختیار ہنسی آ جاتی تھی۔ میرے لیے اس وقت یہ اچنبھے کی بات تھی جب ۲۰۱۴ء میں میرے ہاتھ ایک کتاب آئی جس کا نام ہی ''مُلا نصر الدین'' تھا جس کو اردو میں ترجمہ کر کے ڈاکٹر خلیل طوقار نے مرتب کیا تھا۔ پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ مُلا کے جو لطائف لوگ بیان کرتے تھے اُن کو ایک ساتھ جمع کر دیا گیا ہوگا۔ لیکن جب میں کتاب کا مطالعہ کیا تو پتہ چلا مُلا نصر الدین حقیقت میں ایک شخصیت تھے اور پھر وہ کوئی عام شخصیت نہیں تھے بلکہ ایک عالمِ دین، پروفسر اور جج بھی رہے چکے تھے۔ مُلا نصر الدین ترک کے ہر دل عزیز اور ہمیشہ یاد رکھے جانے والے انسان تھے لیکن اُن کی شخصیت کا پھیلاؤ دیکھے تو عرب ممالک وسطِ ایشیا سے برصغیر پاک و ہند میں یکساں مقبول ہیں۔

مُلا نصر الدین سلجوقی سلطنت کے زمانے میں انا طولیہ کے ایک چھوٹے سے شہر ''سِوری حصار'' کے گاؤں ''ہورتو'' میں ۱۲۰۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد عبداللہ آفندی کے زیرِ سایہ شروع کی ترکی زبان میں پڑھنے لکھنے، اسلامی علوم پر دسترس کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی زبانوں پر بھی عبور حاصل کیا۔ مُلا نصر الدین بچپن سے ہی ذہین وفہیم اور باصلاحیت انسان تھے اس لیے ہی چھوٹی عمر میں حافظِ قرآن بن گئے نیز اسلامی فقہ اور علم الکلام پر بھی دسترس حاصل کی۔ مُلا کے والد بھی عالم دین اور امام مسجد تھے اُن کی وفات کے بعد اُن کی جگہ اپنے گاؤں کی مسجد میں مُلا یعنی مولوی بنے۔ ترکی زبان میں مولوی کو ''خوجہ'' (جو فارسی لفظ خواجہ سے ماخوذ ہے) کہتے ہیں اس لیے وہ ''نصر الدین خوجہ'' یعنی ''مُلا نصر الدین'' کہلانے لگے اسی نام سے شہرت پائی۔ اُن کو سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا وہ اپنے گاؤں میں زیادہ دیر نہ ٹک سکے اس لیے نئی نئی جگہیوں پر جاتے اور نئی چیزوں کے متعلق آگاہی حاصل کرتے لوگوں کے مسائل سنتے اور اُن کو شوق سے باتوں باتوں میں مزاح سے حل کر دیتے۔ مُلا نصر الدین نے حسِ مزاح کو اپنی فطرت کا حصہ بنا لیا تھا اس کی بدولت وہ زندگی کی ہر مشکل کو اور ہر اُلجھے ہوئے مسئلے کو مزاحیہ انداز میں آسان طریقے سے سلجھانے میں پھر اُسے اپنے مخاطب تک پہنچانے میں کامیاب رہے۔

مُلا نصر الدین ۱۲۳۷ء میں ترکی کے دوسرے شہر ''آق'' میں آ کر بسنے لگے پھر اس شہر کے معروف علماء جن میں سید

محمود حیرانی اور سید حاجی ابراہیم کے حلقہ درس و تدریس میں شامل ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ترکی کے ''عالی مدرسے'' میں مدرس (پروفیسر) بھی رہے اور پھر عدالت میں قاضی (جج) کے طور پر بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔ مُلا نے بادشاہ تیمور کا زمانہ دیکھا اس کے دربار سے بھی منسک رہے۔ مُلا نصرالدین کی لغت میں جھوٹ اور ڈر نام کا کوئی لفظ نہ تھا۔ اگر کبھی اُن کو کسی وجہ سے جھوٹ بولنا بھی پڑا تو وہ اس انداز میں جھوٹ کہتے کہ سامنے والے اس کے جھوٹ ہونے کا احساس ہو۔ وہ سچی بات ہر کسی کے سامنے کہہ دیتے تھے۔ مُلا نصرالدین اپنے لطیفوں میں بہت ہی آسان اور سادہ زبان آستعمال کرتے ہیں اور بڑی آسان مثالیں دے کر مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔ مُلا نصرالدین نے ۱۲۸۴ء میں ترکی کے شہر ''آق'' میں ہی وفات پائی اور وہی دفن ہیں۔ مُلا نصرالدین ترکی اور برصغیر ایک مشترکہ ثقافتی اثاثہ ہیں اُن کے لطائف میں سے چند لطائف ملاحظہ کر کے اپنی مصروف زندگی کو چند لمحہ کے لیے گلِ زعفران بنایے۔

ا۔ کیا فرق پڑے گا:

ایک دن مُلا نصرالدین کے دوست نے اُن سے کہا: ''نصرالدین، گندم کے متعلق ایک معاملے کی وجہ سے میرے بارے مقدمہ چلایا گیا۔ تم عدالت میں آکر میرے حق میں گواہی دینا!'' معاملے سے مُلا نصرالدین کا کوئی تعلق نہیں تھا مگر یہ آدمی مُلا کا بہت قریبی اور پرانا دوست تھا اور مُلا صاحب انکار نہیں کر سکے۔ مُلا صاحب جھوٹے گواہ کے طور پر عدالت میں قاضی کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے۔ لیکن مُلا صاحب گواہی دیتے ہوئے ہر بار ''گندم'' کہنے کی بجائے ''جُو'' کہتے تھے۔ پھر قاضی صاحب کو غصہ آیا اور وہ کہنے لگے:

ارے مُلا! تم کیوں بار بار ''جُو'' کہتے رہتے ہو؟ مسئلہ ''جُو'' کا نہیں ''گندم'' کا ہے۔

مُلا نے جواب دیا:۔ جھوٹ کہنے کے بعد معاملہ چاہے ''جُو'' کا ہو کہ ''گندم'' کا کیا فرق پڑے گا؟

۲۔ چھوڑو، ذرا ہم بھی مرجائیں!

مُلا نصرالدین کسی دوست کے گھر مہمان کی حیثیت سے گئے۔ شام ہوئی سب میز کے اردگرد بیٹھ گئے اور میزبان نے بڑی سی ڈوئی (سوپ پینے والا چمچ) اپنے ہاتھ میں پکڑ لی اور مُلا کے ہاتھ میں چھوٹا سا چمچہ پکڑا دیا۔ میزبان اپنی بڑی ڈوئی سے جب شربت پیتا تو کہتا:۔ ''ہائے مَیں تو مر گیا!!''۔ اور مُلا کے ایک چمچ شربت پینے تک میزبان نے شربت کا آدھے سے زیادہ حصہ پی لیا۔ مُلا سے برداشت نہ ہوا اور انھوں نے میزبان کے ہاتھ سے بڑی ڈوئی کو زور سے پکڑ کر لے لیا اور کہنے لگے:

''ارے بھائی، دو یہ ڈوئی ہمیں بھی! ذرا ہم بھی مرجائیں!!!''

۳۔ باادب باش!

ایک روز مُلا نصر الدین اپنے گدھے پر بیٹھے کہیں جا رہے تھے راستے پر اُن کی مڈبھیڑ قاضی صاحب (جج) سے ہوئی۔ قاضی صاحب، مُلا نصر الدین کا مذاق اُڑانے کے لیے کہنے لگے: ۔''مُلا جی، آپ دونوں بھائی آج کہاں جا رہے ہیں؟'' اس پر مُلا نے کہا: ۔''جی حضورِ والا! ہمارے بھائی صاحب نے فرمایا کہ آج میں بہت بور ہو رہا ہوں۔ مجھے تو اپنے کسی عزیز دوست کے گھر لے جائیں اور میں انھیں آپ کے گھر کی طرف لے جا رہا تھا۔ اچھا ہوا کہ راہ پر آپ سے ملاقات ہوئی، اسی طرح سے فاصلہ کم ہوا ہے!''

۴۔ وہ تو جمعے کو مر گئے

کسی آدمی کا انتقال ہوا اور اُس کا بیٹا مُلا نصر الدین کے پاس جا کر کہنے لگا۔ میرے والد صاحب جمعے کے دن وفات پا گئے دوسری طرف اُن کا استقبال کس طرح ہوگا۔؟

مُلا نے پوچھا: کیا وہ نماز ادا کرتے تھے؟۔ میت کے بیٹے نے جواب دیا: ''جی نہیں، مگر میرے والد جمعے کے دن انتقال کر گئے۔

مُلا نے پوچھا: کیا وہ عیاشی کرتے تھے؟ میت کے بیٹے نے کہا: ''جی حضور، عیاشی بھی کرتے مگر وہ جمعے کے دن وفات پا گئے۔

مُلا نے پوچھا: کیا وہ چوری چکاری بھی کرتے تھے؟۔ میت کے بیٹے نے کہا: ''جی، جی جناب مگر وہ تو جمعے کے دن انتقال کر گئے۔

اس پر مُلا نصر الدین کو سخت غصہ اور وہ کہنے لگے:

''ٹھیک ہے بیٹا، ٹھیک ہے۔ جمعے کو تو انھیں کچھ نہیں کہیں گے مگر جب ہفتے کا دن آئے گا، ناں! اُس وقت اُن کا تمام حساب کتاب بخوبی کر لیں گے!!!''

۵۔ اپنی ساس کی تلاش میں!

مُلا نصر الدین کی ساس ندی کے کنارے کپڑے دھو رہی تھیں کہ اچانک پاؤں پھسل کر پانی میں گر گئیں۔ ندی کا پانی اس شدت سے بہہ رہا تھا کہ وہ بھی پانی کے بہاؤ میں آ کر بہہ گئیں۔ تمام قصبے کے مل کر بچاری کی تلاش میں نکلے۔ مُلا بھی اُن کی تلاش میں مگر سب لوگوں کے خلاف وہ ندی کے بہاؤ کے برعکس سمت میں جا رہے تھے۔ یہ دیکھ کسی نے اُن کو آواز دی: مُلا صاحب، مُلا صاحب! آپ تو بالکل برعکس سمت جا رہے ہیں! مُلا اُس کو غور سے دیکھ کر کہنے لگے:

''میرے پیارے بھائی! تمھیں میری ساس کا پتہ نہیں، وہ تو دنیا کی سب زیادہ ضدی اور الٹی خاتون ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اُس میت بھی الٹی سمت میں بہہ گئی ہوگی!!''

۶۔ وہ تو مُلک مصر کا قاضی بن گیا ہے

ایک روز مُلا نصر الدین کا گدھا کھو گیا تو مُلا جگہ جگہ اُس کو ڈھونڈنے لگے۔ اور ساتھ ساتھ راہ گیروں سے بھی اپنے گدھے کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ مُلا کے دوستوں میں سے کسی نے اُن کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے کہا: مُلا جی! سنا نہیں آپ کا گدھا تو مُلک مصر کا قاضی بن گیا ہے!۔ یہ تو مُلا نصر الدین ہیں کیا ہار مانیں گے کبھی!

انھوں نے جیسے اپنے دوست کی بات کو سنجیدہ لیا اور پھر کہا:

''جی بھائی، مجھے تو اس بات کا اندازہ تھا، جب جب میں اپنے شاگردوں کو سبق پڑھا رہا ہوتا تھا وہ چالاک بھی ہمیشہ کان کھڑے کر کے غور سے ہماری باتیں سنتا تھا!!''

۷۔ ختم قرآن

ایک روز مُلا نصر الدین کی بیوی نے اُن سے کہا:۔ آپ جب جب میرے منہ پر نظر ڈالتے ہیں تو بسم اللہ پڑھتے ہیں، لیکن مولوی صاحب کی بیوی کہتی ہے کہ جب اُس کے شوہر اُس کو دیکھتے ہیں تو یسین شریف پڑھتے ہیں۔ مُلا نے جواب دیا:

''بیگم! اگر آپ کا چہرہ مولوی صاحب کی بیوی کی طرح خوب صورت ہوتا تو خدا کی قسم میں ختم قرآن کر لیتا!!!!''

۸۔ ہوسکتا ہے کہ تمہیں لے جائیں

مُلا نصر الدین حالتِ نزاع میں تھے اور اِس میں اُن کے آخری لمحات تھے انھوں نے اپنی بیوی کو پاس بلا کر کہا:۔ بیگم جا کر اپنے سب سے خوصورت اور اچھے کپڑے پہنو، سب بہترعِ طر لگاؤ اور بن سنور کر یہیں میرے پاس آ جاؤ!۔ اُن کی بیوی نے کہا: مُلا صاحب! آپ تو اس بُری حالت میں بسترِ علالت میں ہیں میں کس طرح زیور اور اچھے کپڑے پہنوں؟۔ مُلا نے جواب دیا:

''بیگم، بیگم ذرا جلدی کرو، جب عزرائیلؑ یہاں آئیں گے تو پسند کر کے ہوسکتا ہے کہ میری بجائے تمہیں لے جائیں!!!''

۹۔ میں ویسے بھی اترنے والا تھا

ایک روز مُلا نصر الدین اپنے گدھے سے گر پڑے۔ گلی محلے کے بچے اُن کے آس پاس جمع ہو کر قہقہہ سے ہنسنے اور اُن کا مذاق اُڑانے لگے۔ پھر مُلا نے کہا: ''ارے بچو! اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ اگر میں نہ گرتا تو ویسے بھی مجھے اترنا ہی تھا!!!"

۱۰۔ گدھا بھی پڑھنا لکھنا سیکھ سکتا ہے

کسی آدمی نے جھجکتے ہوئے تیمور بادشاہ کو ایک موٹا تازہ گدھا تحفے میں دیا۔ تیمور کے آس پاس موجود خوشامدی

لوگوں نے اس گدھے کی مدح وتعریف کرتے کرتے اُسے آسمانوں تک پہنچا دیا۔ اُن لوگوں میں ایک جو کہ مُلا نصر الدین سے بہت حسد کرتا تھا اور مُلا کو تیمور کے سامنے نیچا دکھانا چاہتا تھا، اُس نے ایک دن تیمور بادشاہ سے کہا: ۔ بادشاہ سلامت کی عمر دراز ہو! یہ گدھا اتنی اچھی قسم کا ہے اور اتنی عالی جنس کا ہے کہ اگر مُلا نصر الدین جیسے مبارک اور بافضل استاد کے زیرِ تعلیم آ گیا تو بے شک پڑھنا لکھنا بھی سیکھ سکتا ہے۔ تیمور بادشاہ بھی بہت عقل مند اور مزاح پسند تھا انھوں نے سوچا کہ چلو اس طرح مُلا کو مشکل میں ڈالوں اور اُس کا مذاق بھی اُڑا لوں گا۔ یہ سوچ کر تیمور نے پھر گدھے کو مُلا کے حوالے کرتے ہوئے کہا: ''مُلا صاحب اب یہ گدھا آپ کو شاگرد ہے۔ اِسے ڈراؤ دھمکاؤ لیکن ایک اچھا آدمی بناؤ!''

مُلا لاچار گدھے کی لگام پکڑ اپنے گھر کی جانب روانہ ہوا اور لوگ اُن کے پیچھے دیکھتے رہ گئے۔ مُلا اپنے گھر پہنچ کر سوچنے لگے کہ سب کے سامنے شرمندہ نہ ہونے اور سر نہ جھکانے کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے؟ پھر آخر کار انھیں ایک طریقہ سوجھا اور وہ کتاب فروش کے پاس گئے اور چمڑے کی بنی ایک کتاب خرید لائے۔ اس کتاب کے صفحوں کے درمیان جُو ڈالا اور ساتھ ساتھ گدھے کو بھی چند دن بھوکا رکھا۔ صبح وشام کوشش کرتے کرتے گدھے کو اس کی عادت پڑی کہ وہ اپنی زبان سے صفحوں کو پلٹ پلٹ کر جُو کھائے اور جب آخری صفحے پر پہنچے تو اس صفحے میں اُسے جُو نہ ملے تو وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرے۔ کچھ مہینے بعد جب تیمور کے امتحان لینے کا وقت آیا تو پہلے مُلا نے گدھے کو دو تین دن کچھ بھی نہیں کھلایا اور گدھے کو چاندی کی لگام لگائے تیمور بادشاہ کے پاس گئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے محل کے ایوان میں ایک بڑی میز اور میز کے اوپر وہ کتاب رکھی جسے ساتھ لے آئے تھے۔ گدھے نے اپنی عادت کے مطابق صفحوں کو پلٹ پلٹ کر بیچ میں موجود جُو کو کھایا اور آخری صفحے پر جب پہنچا تو اُسے جُو نہ ملا تو ڈھینچوں ڈھینچوں کرنے لگا۔ پھر مُلا نے کہا: ''آپ سب نے دیکھا کہ گدھے نے کتاب سب صفحوں کو پلٹ پلٹ کر پڑھ لیا۔'' وہاں موجود سب لوگ حیرت انگشت بہ دندان رہے گئے۔ لیکن وہ خوشامدی آدمی جو مُلا سے بہت حسد کرتا تھا کہنے لگا: ۔ مُلا صاحب، ٹھیک ہے، وہ تو ٹھیک ٹھاک پڑھ لیتا ہے لیکن وہ جو بھی پڑھتا ہے کسی کو سمجھ ہی نہیں آتا! ۔ یہ سن کر مُلا نصر الدین نے کہا:

''ظاہر ہے کہ سمجھ نہیں آئے گا اُس نے تو کتاب کو اپنی گدھے کی زبان میں پڑھا، اِس لیے اُسے سمجھنے کے لیے گدھا ہونا ضروری ہے!!''

۱۱۔ ہمارے بچے

مُلا نصر الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔ مُلا کی جس بیوی کا انتقال ہوا تھا، اُس کے بطن سے مُلا کے پانچ بچے پیدا ہوئے تھے۔ مُلا ایک بیوہ خاتون سے نکاح کر لیا جس پہلے والے شوہر سے پانچ بچے تھے۔ پھر مُلا کی اس نئی بیوی کے بطن سے دو بچے

پیدا ہوئے۔ایک دن کا واقعہ ہے، اچانک مُلا کی نئی بیوی چیخ و پکار کرنے لگی۔

''مُلا صاحب، مُلا صاحب! جلدی آیئے، آپ کے بچے اور میرے بچے مل کر ہمارے بچوں کی پٹائی کر رہے ہیں!!''

۱۲۔ننانوے

کسی زمانے میں مُلا نصرالدین مفلسی کا شکار ہو گئے اور کوڑی کوڑی کے محتاج بنے۔وہ اور کیا کرتے؟''رات دن اپنے گھر میں اونچی اونچی آواز میں یہ دعا کرنے لگے۔

اے میرے اللہ مجھے سو سونے کی اشرفیاں دے اگر ننانوے دے گا تو میں کبھی انہیں قبول نہیں کروں گا۔۔۔۔۔

مُلا کو یہ دعا کرتے ہوئے سن کر اُن کے امیر ہمسایہ کو تجسس ہوا وہ اپنے پاس ننانوے اشرفیاں لے کر مُلا کی چھت پر چڑھا اور جب مُلا نماز کے بعد یہی دعا دہرانے لگے تو وہ ایک ایک کر کے اشرفیوں کو چمنی سے نیچے چھوڑنے لگا۔مُلا نے سوچا اللہ نے میری دعائیں قبول فرمائیں اور انھوں نے جا کر ایک ایک کر کے اشرفیوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا۔۔۔۔اور ساتھ اِن کو کن بھی رہے تھے۔جب اِن کی تعداد ننانوے تک پہنچی تو اشرفیاں کا گرنا بند ہو گیا۔مُلا نے کہا:۔اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے ننانوے ہی سہی یہ بھی کافی ہیں۔پھر مُلا نے ننانوے اشرفیوں کا اپنی جیب میں ڈال لیا تو اوپر چھت پر کھڑا ہمسایہ سٹپٹا کر اوپر سے آواز دینے لگا۔مُلا صاحب، مُلا صاحب! آپ نے تو کہا تھا کہ اگر ننانوے ہوئی تو میں مانوں گا نہیں، یہ کیا بات ہے بھلا؟ یہ بالکل غلط کام ہے۔! مُلا نے مسکرا کر جواب دیا:

''اللہ میاں نے ننانوے اشرفیاں جو دی ہیں، بعد ایک اشرفی بھی دے دے گا۔۔۔!''

(مُلا نصرالدین از ڈاکٹر خلیل طوقار، ترکی)

☆۔لاہور کی بعض گلیاں اتنی تنگ ہیں کہ اگر ایک طرف سے عورت آ رہی ہو اور دوسری طرف سے مرد تو درمیان میں صرف نکاح کی گنجائش بچتی ہے۔

☆۔عورتیں پیدائشی محنتی ہوتی ہیں۔اس کا اندازہ اس سے لگا لیں کہ صرف ۲۱ فیصد خواتین خوبصورت پیدا ہوتی ہیں، باقی اپنی محنت سے یہ مقام حاصل کرتی ہیں

☆۔پرائیوٹ اسپتال اور کلینک میں مرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ موحوم کی جائداد، جمع جتھا اور بینک بیلنس کے بٹوارے پر پسماندگان میں خون خرابہ نہیں ہوتا کیونکہ سب ڈاکٹروں کے حصے میں آجاتے ہیں۔

مشتاق احمد یوسفی　　انتخاب: محمد یوسف

محمد یوسف: سی ٹی آئی اردو

پوچھنا منع ہے

دوسہیلیاں آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ ایک کہنے لگی: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک میں ۵۲ برس کی نہیں ہو جاتی شادی نہیں کروں گی۔ دوسری بولی میں نے بھی ایک فیصلہ کیا ہے۔ پہلی سہیلی کے پوچھنے پر بولی: میں نے فیصلہ کیا ہے کہ جب تک میری شادی نہیں ہو جاتی میں ۲۵ کی نہیں ہوں گی۔ یہ پھلجڑی جس حد تک لطیفہ ہے اس سے زیادہ حقیقت بھی ہے۔ یہ تو سب ہی کہتے یں کہ لڑکیاں بڑی تیزی سے بڑھتی یں مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ لڑکیاں جلد ہی (عمر میں) بڑھنا ''بند'' بھی تو کر دیتی ہیں اور عمر کے ایک ''پسندیدہ'' مقام پر پہنچ کر تو اس طرح ''رک'' جاتی ہیں جیسے۔۔۔ ایک فلمی ہیروئن جو گزشتہ تیس برسوں سے ہیروئن چلی آ رہی تھی، فلم کے ایک سین میں اپنے حقیقی بیٹے سے بھی چھوٹی عمر کے ہیرو سے کہنے لگی۔ اچھا یہ تو بتائیں کہ آپ کے نزدیک میری عمر کیا ہوگی۔ ہیرو کہنے لگا بھئی تمہاری باتوں سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ تم بائیس برس کی ہو مگر تمہاری فیگر بتلاتی ہے کہ تم بیس برس سے زائد کی نہیں ہو سکتیں اور اگر چہرے کی معصومیت دیکھو تو یوں لگتا ہے جیسے تم صرف اٹھارہ برس کی ہو۔ ہیروئن اٹھلاتی ہوئی بولی اللہ آپ کتنے ذہین ہیں آپ نہ صرف اسمارٹ بلکہ بلا کے ''خانم شناس'' بھی ہیں۔ ہیرو اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔۔۔ اور ان تمام عمروں کو جمع کر کے کوئی بھی تمہاری اصل عمر کا تخمینہ لگا سکتا ہے۔ ''کٹ'' ڈائریکٹر کی آواز گونجی اور فلم میں سے ہیرو کا یہ آخری جملہ کاٹ دیا گیا۔

ہمارے ہاں بہت سی باتوں کو پوچھنا ایٹی کیٹس کے خلاف سمجھا جاتا ہے جیسے آپ ''عمر نازنین'' ہی کو لے لیں۔ اگر آپ کسی خوبصورت سی محفل میں کسی خوبصورت نازنین کی عمر دریافت کر لیں تو نہ صرف خوبصورت نازنین کی خوبصورتی ہوا ہو جاتی ہے بلکہ خوبصورت محفل کی خوبصورتی بھی رخصت ہو جاتی ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ اسی کے ساتھ ہی آپ کو بھی محفل سے جبراً رخصت کر دیا جائے۔ اب بھلا ایسی باتوں کو پوچھنے کا کیا فائدہ کہ لوگوں کو آپ کی خیریت پوچھنی پڑ جائے۔

جس طرح خواتین سے (اس کی ذاتی) عمر پوچھنا منع ہے اسی طرح مرد حضرات سے ان کی تنخواہ پوچھنا بھی بقول شخصے۔ ''فضول'' ہے۔ خواتین اپنی عمر نفی اور تقسیم کے عمل سے کشید کر کے بتلاتی ہیں تو حضرات اپنی تنخواہ کو جمع۔ جمع الجمع اور ضرب جیسے الاؤنس سے گزار اکر بتلاتے ہیں مگر یہاں یہ واضح ہو کہ مرد حضرات اس قسم کی حرکت گھر سے باہر ہی کیا کرتے ہیں۔ گھر میں تو۔۔۔ شوہر نے نئی نویلی بیوی کے ہاتھ میں پہلی تنخواہ لا کر رکھی۔ وہ روپے گنتے ہوئے بولی: باقی پیسے؟ کون سے

باقی پیسے؟ تنخواہ تو یہی ملی ہے۔ بیوی شوہر کی طرف شک بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ مگر تمہاری امی نے تو میری امی سے کہا تھا کہ۔۔۔ ہاں! ہاں! انہوں نے ٹھیک ہی کہا تھا۔۔۔ اور تمہارے بہن تو کہہ رہی تھی کہ میرے بھیا کو۔۔۔ بھئی وہ بھی ٹھیک کہہ رہی تھی۔ بیوی نے تنخواہ کی رقم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ تو پھر یہ کیا ہے؟۔۔۔ بھئی یہ بھی ٹھیک ہے۔ شوہر سمجھانے کے انداز میں بولا۔ بھئی دیکھو! تنخواہ کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک ہوتی ہے بنیادی تنخواہ، جو تمہارے ہاتھ میں ہے، یہ سب سے کم ہوتی ہے اور یہی اصل تنخواہ ہوتی ہے۔ جب اس تنخواہ میں مختلف الاؤنس کو جمع کر لیا جائے جو کٹوتی کی مد میں کٹ جاتی ہے تو تنخواہ کی رقم اتنی بڑھ جاتی ہے جتنی میری امی نے تمہاری امی کو تمہارا رشتہ مانگتے وقت بتلایا تھا۔ اور اگر سال بھر تک آجر کی طرف سے ملنے والی سہولتوں کو جمع کر کے اسے رقم میں تبدیل کر لیں اور حاصل ہونے والی فرضی رقم کو بارہ سے تقسیم کر کے تنخواہ اور الاؤنس میں جمع کر لیا جائے تو بننے والی تنخواہ وہ ہوتی ہے جو میری بہن نے تمہیں منگنی والے روز بتلائی تھی۔ یہ سب سے زیادہ تنخواہ ہوتی ہے۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتی! میں پوچھتی ہوں آخر تمہارے گھر والوں نے میرے گھر والوں کو تمہاری صحیح تنخواہ کیوں نہیں بتلائی تھی۔ بھئی دیکھو! اول تو یہاں کچھ پوچھنا منع ہے۔ دوم یہ کہ تمہارے گھر والوں نے کب میرے گھر والوں کو تمہارے اصل عمر بتلائی تھی۔

سو پیارے قارئین! آپ میں سے اول الذکر کبھی موخر الذکر سے اس کی عمر اور موخر الذکر اول الذکر سے اس کی تنخواہ نہ پوچھے کہ اس سے امن و امان خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔ اور جب امن و امان کو خطرہ لاحق ہو تو مارشل لاء آتا ہے اور جب مارشل لاء آتا ہے تو بنیادی حقوق سلب ہوتے ہیں اور جب بنیادی حقوق سلب ہوتے ہیں تو انقلاب آتا ہے اور جب انقلاب آتا ہے تو جمہوریت بحال ہوتی ہے اور جب جمہوریت بحال ہوتی ہے تو امن و امان پھر سے خطرے میں پڑ جاتا ہے اور جب امن و امان خطرے میں ہو تو۔۔۔ آگے پوچھنا منع ہے۔ ویسے نہ پوچھنے کو اور بھی بہت سی باتیں ہیں جنہیں نہ پوچھ کر ہی امن و امان برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً کسی سیاسی پارٹی سے تو یہ پوچھنا یکسر منع ہے کہ اس کے پاس جلسے جلوس کے لئے اتنا سرمایہ کہاں سے آتا ہے۔ قرضدار سے قرضہ کی رقم کی واپسی کا پوچھنا تو صحت کے لئے بھی مضر وہ ہے۔ اسی طرح اپنی نصف بہتر کے سامنے کسی خاتون کا حال پوچھنا، کلاس روم میں استاد سے سوال پوچھنا، ڈرائیور سے ڈرائیونگ لائسنس کا پوچھنا، گرفتار شدگان کا اپنا جرم پوچھنا اور اخبار و جرائد سے اس کی تعداد اشاعت پوچھنا۔۔۔ مگر ٹھہریئے آخر میں ہم شاید کچھ زیادہ ہی غلط بات پوچھ بیٹھے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ مدیر محترم ہم سے ہمارے گھر کا پتہ پوچھ بیٹھیں اور نوبت یہاں تک آن پہنچے کہ لوگ ہمیں اٹھائے ہمارے گھر کا رستہ پوچھتے نظر آئیں۔ اس سے بہتر تو یہی ہے کہ۔۔۔ پوچھنا منع ہے۔ ہے نا؟

تحریر: اقبال اے رحمن

روذائقہ افتخار: بی ایس انگلش

عورت کی زندگی—ایک نہ ختم ہونے والی آزمائش

عورت، ایک ایسا لفظ ہے جس کے اندر پوری دنیا کی خاموشیاں، قربانیاں اور دکھ چھپے ہوتے ہیں۔ معاشرے میں اکثر اسے کمزور سمجھا جاتا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ عورت کے حوصلے کی طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں۔ اس کا ہر فیصلہ دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔ وہ خود ٹوٹ کر بھی سب کو جوڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ اس کی آواز اکثر دب جاتی ہے، مگر اس کی خاموشی بھی ایک چیخ ہوتی ہے جسے سننے کی ہمت کم لوگوں میں ہوتی ہے۔ عورت جب کچھ پوچھنا چاہے تو اسے خاموش کر دیا جاتا ہے۔ اگر وہ دکھ دل میں چھپائے تو اسے مضبوط کہا جاتا ہے، اور اگر وہ اپنے دل کی بات کر دے تو اسے بے وجہ حساس قرار دیا جاتا ہے۔ یہ معاشرے کا وہ پیمانہ ہے جو عورت کے احساسات کو کبھی صحیح سمجھ ہی نہیں پاتا۔

''وہ خاموش رہے تو بھی گناہ۔۔۔۔ اور بولے تو بھی گناہ''

عورت ماں بھی ہے، بیٹی بھی، بہن بھی اور بیوی بھی۔ زندگی کے ہر رشتے میں وہ اپنا آپ قربان کرتی ہے۔ بیٹی بن کر گھر میں رونق پیدا کرتی ہے، بہن بن کر محافظ بن جاتی ہے، ماں بن کر جنت کا دروازہ کھولتی ہے، اور بیوی بن کر زندگی کے سفر میں ہمسفر بنتی ہے۔ لیکن اس سب کے باوجود اس کے دل کے اندر بے شمار سوالات دفن رہتے ہیں: اس کی خوشی کس نے پوچھی؟ اس کے خوابوں کو کس نے دیکھا؟ اس کے درد کو کس نے سمجھا؟ اکثر جواب یہی ہوتا ہے۔۔۔ ''لوگ کیا کہیں گے؟''

عورت جب اپنے حق کی بات کرے تو اسی جملے میں قید کر دی جاتی ہے۔ وہ اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ کرے تو بحث چھڑ جاتی ہے۔ وہ اپنی زندگی کے بارے میں سوچے تو اسے خود غرض کہا جاتا ہے۔ لیکن ایک دن عورت اگر بول پڑے۔۔۔ اپنے زخم کھول دے۔۔ تو وہی لوگ پوچھتے ہیں: ''تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟'' یہی تو عورت کی زندگی کا المیہ ہے۔۔۔ جب خاموش رہے تو سزا، اور جب بول پڑے تب بھی سزا۔ عورت دراصل معاشرے کا ستون ہے۔ اس کے بغیر خاندان نامکمل ہے، گھر ویران ہے اور نسلیں بے سمت۔ عورت کی مضبوطی ہی گھر کو جنت بناتی ہے، اس کا ٹوٹ جانا پوری نسلوں کو بکھیر دیتا ہے۔ اسلام نے عورت کو عزت اور تحفظ دیا ہے، مگر بدقسمتی سے معاشرہ اکثر اسے حق نہیں دیتا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ: عورت کمزور نہیں۔۔۔ وہ تو طاقت کا دوسرا نام ہے۔

یاسر اشرف، سکینڈ سمسٹر بی ایس انگلش

سب اچھا ہے۔۔۔

ایک نام نہاد پیر جو کہ نشے کا عادی تھا، اپنی کرامتوں کا ذکر کر رہا تھا، محترم فرمانے لگے، !''میں صحرا میں جا رہا تھا۔ چلتے چلتے دو دن گزر گئے۔ بھوک لگتی تو ہاتھ بڑھا کر اُڑتا ہوا کوئی پرندہ پکڑ لیتا اور سورج کی تپش پر بھون کر کھا لیتا۔ خدا کا شکر ادا کرتا اور آگے بڑھ جاتا۔

تیسرے دن نماز کا خیال آیا تو پانی ختم ہو چکا تھا۔ میں نے ایک جھاڑی دیکھی۔ اس کے پاس گیا، زمین سے مٹھی بھر ریت اٹھائی تو اسی کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا۔ میں پینے لگا تو خیال آیا کہ یہ جھاڑی پیاسی ہے، پہلے اسے پانی پلا دوں۔ سو میں نے چلو بھر پانی اس کی جڑ میں ڈال دیا۔ فوراً وہ جھاڑی ایک بڑا سا درخت بن گئی۔

میں نے سوچا کہ اس کے سائے میں نماز ادا کروں۔ وضو کے لیے چلو بھر پانی لیا، کلی کی، تو جہاں جہاں پانی کے قطرے گرے وہاں گلاب کے پھول کِھل اٹھے۔ جیسے ہی چہرے پر پانی ڈالا تو قطرے زمین پر گرنے کے بجائے لال رنگ کے طوطے بن گئے اور درخت کی شاخوں پر بیٹھ کر میرے مریدوں کے لیے دعا کرنے لگے۔"

مرید جھوم جھوم کر سن رہے تھے۔ اتنے میں ایک مرید نے حیرت سے پوچھا۔ !''پیر صاحب! خدا کا خوف کرو، لال رنگ کا طوطا کون سا ہوتا ہے؟'' پیر صاحب نے غضبناک نظروں سے اس کی طرف دیکھا تو اس کے برابر میں بیٹھے مرید نے فوراً اس کی کہنی میں کہنی مار کر کہا،

''چپ کراوئے۔! یہاں باقی کام بڑا سائنس کے اصول کے مطابق ہو رہا ہے جو تجھے طوطے پر شک ہے''۔ یہی رویہ آج پاکستان کے سیاسی اور معاشی حالات میں صاف نظر آتا ہے۔

ہماری قوم اور ہمارے ادارے اکثر: ناممکن وعدے مان لیتے ہیں، غیر حقیقی منصوبوں پر خوش ہو جاتے ہیں، غلط بیانیوں کو حقیقت سمجھ لیتے ہیں، دنیا کے قوانینِ معیشت اور حکمرانی کو نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن جب اصل مسئلے کی طرف نشاندہی کی جائے، یا کوئی چھوٹا سا سوال اٹھایا جائے، تو فوراً کہا جاتا ہے: ''چپ کراوئے! باقی سب تو ٹھیک چل رہا ہے، بس تُو ہی شک میں پڑ گیا ہے!'' جیسے سیاسی لیڈر ناممکن ترقی کے دعوے کریں، ناکام پالیسیاں عوام کی خوشحالی کہلائیں، قرضوں پر چلتی معیشت ترقی کا نام پائے، اور ہر بحران کا ذمہ دار کوئی اور ٹھہرے، تو عوام بھی ان سب کو مان لیتی ہے۔

لیکن کسی ایک چھوٹی سی بات پر اعتراض ہو جائے تو فوراً کہا جاتا ہے کہ: ''یہ تو دشمن کی سازش ہے۔۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آتی۔۔۔ باقی سب تو بالکل ٹھیک چل رہا ہے۔"

پروفیسر اسماء لیاقت: لیکچرار کمپیوٹر سائنس

سنہری باتیں

~ وفاداری قیمتی اثاثہ ہے، چند باذوق لوگوں کا بانس کی ہر ٹہنی، بانسری نہیں بنتی! پیارے---

گاجر کے دو ٹکڑے کریں ایک شیرے میں ڈال دیں اور دوسرے کو نمک لگا کر رکھ دیں چند دن بعد ایک ٹکڑا مربہ اور دوسرا اچار بن جائے گا۔ گاجر وہی لیکن ماحول مختلف نتیجہ الگ لہذا جو کچھ بنا چاہتے تو ویسے ماحول کے لوگوں میں بیٹھیں یہ مثال پسند نہ ہو تو گاجر دھو کر کھا لیں: نہ میں نے کچھ کہا نہ آپ نے کچھ سنا۔---

۔۔میں سب کو راضی کر سکتا ہوں لیکن حاسد کو نہیں کیونکہ اسے خدا حاسد خدا کی تقسیم پر اعتراض ہوتا ہے۔ (شیخ سعدی رحمہ اللہ)

۔۔ہمیں اس قدر ڈرایا گیا ہے کہ ہم اپنا جائز حق مانگنے کے لیے بھی محشر کے منتظر ہیں، کیونکہ ہمارے معاشرے ظلم سہنے والا صابر، اور روکنے والا قتنے باز کہلاتا ہے۔

مزمل حسین بی ایس انگلش سکینڈ سمسٹر

اقوالِ زریں مع حوالہ

☆۔دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔''حضرت محمد ﷺ (حدیث مبارکہ)''

☆۔جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔''حضرت علیؓ''

☆۔اپنے الفاظ نرم رکھو، شاید تمہیں واپس لوٹ کر ان ہی الفاظ سے بات کرنی پڑے۔''مولانا جلال الدین رومیؒ''

☆۔غم وہ نہیں جو دل کو توڑ دے، غم وہ ہے جو انسان کو بدل دے۔'واصف علی واصفؒ''

☆۔وقت سب سے بڑا استاد ہے، مگر بدقسمتی سے اپنے شاگردوں کو مار دیتا ہے۔''برنارڈ شا''

☆۔ماضی بدلا نہیں جا سکتا، مگر مستقبل آج کی محنت سے ضرور بدلا جا سکتا ہے۔''ابراہام لنکن''

☆۔ بڑا وہ نہیں جو بہت کچھ رکھتا ہو، بڑا وہ ہے جو بہت کچھ بانٹتا ہو۔ ''مدر ٹریسا''

☆۔ اموشی بھی ایک جواب ہے، خاص طور پر اُس شخص کے لیے جو سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ''جبران خلیل جبران''

☆۔ جو شخص اپنے دل کو صاف رکھتا ہے، دنیا کی کوئی طاقت اسے گرا نہیں سکتی۔ ''اشفاق احمد''

☆ اگر راستہ خوبصورت ہو تو پوچھو وہ کہاں جاتا ہے؟ اگر منزل خوبصورت ہو تو راستہ خود خوبصورت لگنے لگتا ہے۔''

بعد کے لیے کچھ نہ چھوڑیں کیونکہ بعد میں چائے ٹھنڈی ہو جاتی ہے، بعد میں پھول مرجھا جاتے ہیں، بعد میں دل نہیں کرتا، بعد میں موسم بدل جاتے ہیں۔ بعد میں لوگ بدل جاتے ہیں بعد میں دل سمجھ دار ہو جاتا ہے۔ زندگی اور بھی آسان ہو جاتی اگر وقت پر لوگوں کی پہچان ہو جاتی۔ ہر بات کا جواب دینا ضروری نہیں ہوتا کبھی کبھی کسی کی باتوں کو اگنور کر دینا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اپنا خیال رکھیں کیونکہ دنیا کے لیے آپ ایک شخص ہیں مگر اپنی فیملی کے لیے پوری دنیا ہیں۔

طنزیہ حکایت

ایک بادشاہ نے اپنے بہنوئی کی سفارش پر ایک شخص کو محکمۂ موسمیات کا وزیر مقرر کر دیا۔

ایک روز بادشاہ شکار پر جانے لگا تو روانگی سے قبل اپنے وزیرِ موسمیات سے موسم کا حال دریافت کیا۔

وزیر نے بڑے اعتماد سے کہا: ''حضور! موسم نہایت شاندار ہے، اگلے کئی دن تک بارش کا کوئی امکان نہیں۔ آپ بے فکر ہو کر شکار پر جا سکتے ہیں۔''

بادشاہ مطمئن ہوا اور اپنے لاؤلشکر کے ساتھ جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک کمہار ملا، جس نے ادب سے سلام کیا اور کہا: ''حضور! آپ کا اقبال بلند ہو۔ لیکن اس موسم میں آپ کہاں جا رہے ہیں؟''

بادشاہ نے فخر سے جواب دیا: ''شکار پر جا رہا ہوں۔''

کمہار نے عاجزی سے عرض کیا: ''حضور! موسم جلد خراب ہو جائے گا، بارش کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔''

یہ سن کر بادشاہ کا پارہ چڑھ گیا۔ وہ بولا: ''او برتن بنانے والے! تو کیا جانے موسم کا حال؟ میرے وزیر نے کہا ہے کہ موسم نہایت خوشگوار ہے۔ اور تُو کہتا ہے کہ بارش ہو گی؟''

پھر اس نے ایک سپاہی کو حکم دیا کہ کمہار کو دو جوتے رسید کیے جائیں۔ حکم فوراً پورا ہوا اور بیچارا کمہار جوتے کھا کر ایک طرف ہو گیا۔ بادشاہ قافلے کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ مگر کچھ ہی دیر گزری تھی کہ آسمان پر گھنے بادل چھا گئے۔ پھر گرج چمک شروع

ہوئی اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ہر طرف کیچڑ اور دلدل بن گئی۔ شکار کا سارا پروگرام درہم برہم ہو گیا۔ پریشان حال بادشاہ بڑی مشکل سے واپس محل پہنچا۔

محل پہنچتے ہی اس نے دو فیصلے کیے:

پہلا یہ کہ ناکارہ وزیرِ موسمیات کو فوراً برطرف کیا۔

دوسرا یہ کہ کمہار کو دربار میں طلب کیا اور انعام واکرام سے نوازا۔ ساتھ ہی اس سے کہا: ''ہم تمہیں وزیرِ موسمیات بنانا چاہتے ہیں۔''

کمہار گھبرا گیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: ''حضور! میں ایک جاہل اور ان پڑھ آدمی ہوں۔ مجھے برتن بنانے، انہیں بھٹی میں پکانے اور گدھے پر لاد کر بازار میں بیچنے کے سوا کچھ نہیں آتا۔ موسم کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں۔ البتہ ایک تجربہ ضرور ہے۔ جب میرا گدھا اپنے کان ڈھیلے کر کے نیچے لٹکاتا ہے، تو اس کے بعد لازماً بارش ہوتی ہے۔ آج تک میرا گدھا کبھی غلط ثابت نہیں ہوا۔''

یہ سن کر بادشاہ نے قہقہہ لگایا اور اعلان کیا: ''آج سے ہمارے دربار کا وزیرِ موسمیات کمہار نہیں بلکہ اس کا گدھا ہوگا!''

مورخ لکھتا ہے کہ گدھوں کو وزیر بنانے کی روایت دراصل اسی دن سے شروع ہوئی تھی، اور یہ روایت کسی نہ کسی شکل میں آج تک قائم ہے۔

اور پاکستان اس کی اعلیٰ ترین مثال ہے

انتخاب۔ ڈاکٹر عمران واقف

شاعر: مظفر اقبال چودھری

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بے وفائی چھوڑ دے گا باوفا ہو جائے گا
جو میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آشنا ہو جائے گا

اُن کی چوکھٹ چوم لوں گا جس گھڑی دوستو!
دیکھنا اس دل کا عالم کیا سے کیا ہو جائے گا

جس کسی کو سامنا ہو تیرگی کا دہر میں
سوئے شہرِ علم آئے سوجھلا ہو جائے گا

کہہ دیا حسینن کے نانا نے سب کے سامنے
جو بھی اِن کا سمجھو مرا ہو جائے گا

ذکرِ اہلِ بیت سن ہوں گے خوش میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نعت کہنے سے مظفرؔ خوش خدا ہو جائے گا

شاعر: ڈاکٹر عمران واقفؔ

چھوٹی بحر کی غزلیں

تہہ آب کچھ تو ہے
یوں کہانی نہیں چلے گی
کہاں وہ جنوں ہے

دو گام کی محبت
بے تاب کچھ تو ہے
بد کمانی نہیں چلے گی
سکوں ہی سکوں ہے

کس کام کی محبت
گھر یوں نہیں ڈوبے
یہ وفا جان مانگتی ہے
یہ تیری محبت

دیتی ہے رت جگے پھر
سیلاب کچھ تو ہے
منہ زبانی نہیں چلے گی
بتا دوں کہ یوں ہے

اک شام کی محبت
نظریں جھکی ہیں کیوں
عمر بھر کی جدائی کافی
یہی بات سچ ہے

قاصد کو بھی لے ڈوبی
اسباب کچھ تو ہے
اور نشانی نہیں چلے گی
محبت فسوں ہے

پیغام کی محبت
کیوں ہو گئے سب چپ
پیار سے جان لے لو لیکن
کبھی منہ جو موڑا

کرتی ہے ہم کو رسوا
احباب کچھ تو ہے
حکمرانی نہیں چلے گی
جبھی تھوکا خوں ہے

بس جام کی محبت
تو یا ترا لہجہ
آسماں یا زمیں کا ہو جا
ہوا ہے جو اونچا

مشہور ہو گئی ہے
تیزاب کچھ تو ہے
لا مکانی نہیں چلے گی
وہی سر نگوں ہے

گلفام کی محبت
اس کو سوا میرے
دار پر کھینچنا ہے مجھ کو
کہاں ہم مزاجی

الزام ہی ہوتی ہے
ایجاب کچھ تو ہے
مہربانی نہیں چلے گی
میں میں ہوں تو تو ہے

الزام کی محبت
اندر سے میں ٹوٹا
سن کے میری غزل وہ بولے
یہ کیسی لگی چپ

اب تک ملی ہے واقفؔ
یا خواب کچھ تو ہے
لب فشانی نہیں چلے گی
نہ ہاں ہے نہ ہوں ہے

بس نام کی محبت
تم ہو یا پھر واقفؔ
یاد ہے میں ہوں تیرا واقفؔ
جو ہے میرا واقفؔ

نایاب کچھ تو ہے
بات پرانی نہیں چلے گی
وہی بد شگوں ہے

شاعر:اظہرفراغ

غزل

دیواریں چھوٹی ہوتی تھیں لیکن پردہ ہوتا تھا
تالے کی ایجاد سے پہلے صرف بھروسہ ہوتا تھا

کبھی کبھی آتی تھی پہلے وصل کی لذت اندر تک
بارش ترچھی پڑتی تھی تو کمرہ گیلا ہوتا تھا

شکر کرو تم اس بستی میں بھی اسکول کھلا ورنہ
مر جانے کے بعد کسی کا سپنا پورا ہوتا تھا

جب تک ماتھا چوم کے رخصت کرنے والی زندہ تھی
دروازے کے باہر تک بھی منہ میں لقمہ ہوتا تھا

بھلے زمانے تھے جب شعر سہولت سے ہو جاتے تھے
نئے سخن کے نام پہ اظہرؔ میرؔ کا چربہ ہوتا تھا

انتخاب: پروفیسر شعیب احمد

شاعر:عباس تابش

غزل

یہ عجب ساعتِ رخصت ہے کہ ڈر لگتا ہے
شہر کا شہر مجھے رختِ سفر لگتا ہے

ہم کو دل نے نہیں حالات نے نزدیک کیا
دھوپ میں دور سے ہر شخص شجر لگتا ہے

جس پہ چلتے ہوئے سوچا تھا کہ لوٹ آؤنگا
اب وہ رستہ بھی مجھے شہر بدر لگتا ہے

وقت لفظوں سے بنائی ہوئی چادر جیسا
اوڑھ لیتا ہوں تو سب خوابِ ہنر لگتا ہے

ایک مدت سے مری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے

انتخاب: پروفیسر ڈاکٹر زاہد نواز

شاعر: دانش نقوی

غزل

سب لوگ کہانی میں ہی مصروف رہے تھے
دراصل اداکار حقیقت میں مرے تھے

جاتے ہوئے کمرے کی کسی چیز کو چھو دے
میں یاد کروں گا کہ ترے ہاتھ لگے تھے

آنکھیں بھی تری فتح نہ کر پائے ابھی تک
کس لمحۂ بیکار میں ہم لوگ بنے تھے

ہم یوں ہی کسی بات کو دل پر نہیں لیتے
نقصان زیادہ تھے سو گھبرائے ہوئے تھے

اتنا ہی بتا سکتا ہوں احباب کے بارے
کچھ تیر مری پشت کی جانب سے چلے تھے

میں نے تو کہا تھا کہ نکل جاتے ہیں دونوں
اس وقت کہانی میں سبھی لوگ نئے تھے

انتخاب محمد یوسف

شاعر: دانش نقوی

غزل

ماحول مناسب ہو تو اوپر نہیں جاتے
ہم تازہ گھٹن چھوڑ کے چھت پر نہیں جاتے

دیکھو مجھے اب میری جگہ سے نہ ہلانا
پھر تم مجھے ترتیب سے رکھ کر نہیں جاتے

بدنام ہیں صدیوں سے ہی کانٹوں کی وجہ سے
عادت سے مگر آج بھی کیکر نہیں جاتے

جس دن سے شکاری نے ادا کی کوئی منت
دربار پہ اس دن سے کبوتر نہیں جاتے

سو تم مجھے حیرت زدہ آنکھوں سے نہ دیکھو
کچھ لوگ سنبھل جاتے ہیں سب مر نہیں جاتے

انتخاب: محمد یوسف

شاعر: احمد رضا خان

تجھ پر اک غزل لکھوں
اس میں ہر خوشی ہر پل لکھوں
تجھے گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں
تجھے تپتے صحرا میں پانی کا کنواں لکھوں
تیری ہر اک ادا کو میں
کئی نسلوں کی روایت لکھوں
تیرے ساتھ چلوں تو چلتا رہوں
تجھے میں ساتھی مسافت لکھوں
تیرے کان میں ہلکی سی سرگوشی کر کے
میں اس کو اپنے لئے سعادت لکھوں
تیری جبیں کو چاند کی مانند
تیرے چہرے کو میں آفتاب لکھوں
جس لمحے تو مسکرائے
اس لمحے کو لمحہ حیات لکھوں
جو ہو میرے پاس کتاب حیات
میں اس میں تیری ہر کہی بات لکھوں
تیرے ساتھ ہوئی گفتگو کو میں
وادی سوات کی سوغات لکھوں میں
تیرے ساتھ ہوئی ملاقات کو میں
تا عمر وقفہ حیات لکھوں
چلو اب سمیٹتا ہوں گفتگو کو رضا
ایسے لکھتا رہا تو میں تا حیات لکھوں

انتخاب۔حمزہ ترین

شاعر: ڈاکٹر نثار احمد

مزاحیہ غزل

سوہنی گھاٹ بدل سکتی تھی
اور کہانی چل سکتی تھی
رانجھا غنڈے جو لے آتا
ہیر کی شادی ٹَل سکتی تھی
سَسّی کے بھی اُونٹ جو ہوتے
تھَل میں کیسے جل سکتی تھی
مرزے نے کب سوچا ہو گا
''صاحباں '' راز اُگل سکتی تھی
لیلی ' کالی پڑھ لِکھ جاتی
''فیئر اینڈ لَولی '' مَل سکتی تھی
جو پتّھر فرہاد نے توڑے
جی ٹی روڈ نکل سکتی تھی
انٹرنیٹ ''نثار '' جو پہلے ہوتا
ہجر کی رات بھی ڈھَل سکتی تھی

انتخاب۔محمد یوسف

شاعر: جمال احسانی

غزل

دنیا میں وہی کچھ ہے مری کارگزاری
جو عمر سر کوچۂ دل دار گزاری

ہم کو بھی شرف بخش کبھی دربدری کا
اس آنکھ سے یہ عرض کئی بار گزاری

دل وار دیا اس کے در و بام پے میں نے
جاں نذر سر سایہ دیوار گزاری

آج اس سے ملے ہیں تو یہ محسوس ہوا ہے
جتنی بھی گزاری ہے وہ بے کار گزاری

خود ہی سے کبھی ہار کبھی جیت گیا میں
خود ہی سے سدا برسر پیکار گزاری

ہر آن میں مصروف محبت رہا لیکن
لکھی ہی نہیں اس نے مری کارگزاری

اس دل کی زمیں سیر گہ عشق ہے ایسی
تعطیل یہاں اس نے کئی بار گزاری

انتخاب۔ پروفیسر محمد احسن ملک

شاعر: عمیر نجمی

غزل

تجھے نہ آئیں گی مفلس کی مشکلات سمجھ
میں چھوٹے لوگوں کے گھر کا بڑا ہوں، بات سمجھ

مرے علاوہ ہیں چھے لوگ منحصر مجھ پر
مری ہر ایک مصیبت کو ضرب سات سمجھ

فلک سے کٹ کے زمیں پر گری پتنگیں دیکھ
تُو ہجر کاٹنے والوں کی نفسیات سمجھ

شروع دن سے اُدھیڑا گیا ہے میرا وجود
جو دُکھ رہا ہے اسے میری باقیات سمجھ

کتابِ عشق میں ہر آہ، ایک آیت ہے
اور آنسوؤں کو حروفِ مقطعات سمجھ

کریں یہ کام تو کنبے کا دن گزرتا ہے
ہمارے ہاتھوں کو گھر کی گھڑی کے ہاتھ سمجھ

دل و دماغ ضروری ہیں زندگی کے لئے
یہ ہاتھ پاؤں اضافی سہولیات سمجھ

انتخاب: پروفیسر شکیل احمد منگلا

ڈاکٹر وارث ملک
اسسٹنٹ پروفیسر سرائیکی

ملک عبداللہ عرفان دے سرائیکی لوک قصے

"سرائیکی لوک قصے" تے "ناتھ جی" ملک عبداللہ عرفان دیاں لکھیاں ہویاں ڈوکتاباں ہن۔ سب کنوں پہلے لکھاری تے اوندیاں کتاباں نال جانڑ سنجانڑ ضروری ھے۔ایں کارنڑ پہلے جانڑ سنجانڑ تے ول انھاں کتاباں وچ عورت دے مختلف روپ دا دیورا کریندے ہیں ۔

ملک عبداللہ عرفان دا تعارف:(۱۹۹۷-۱۹۴۰ء)

ملک عبداللہ عرفان دا جم انوی سو چالھی کوں کہروڑ پکا دی ہک قدیمی وستی "کھاڑکاں" دا ہے۔ ھیں وستی دے نال ہک وڈا اُچا ٹھیڑھ جتھوں کڈاہیں کہروڑ پکا شہر نظر آندا ہا۔ "ٹبہ سٹھ اصحاب" سڈیندے جتھ چالھیں تے پیلھواں دے پُراڑ واڑ اپٹیں پاڑاں اندر عبداللہ عرفان دیاں ست پیڑھیاں دیاں کچیاں قبراں کوں سانبھی پئین ۔ مہر اللہ ڈتہ دے ڈو پتر غلام قادر تے غلام فاضل وچوں ہک وڈکیاں دے غستان ستا پئے تے ڈوجھا غلام قادر، مکہ شریف جنت المعلیٰ بی بی خدیجہ دے مقبرے توں بارہویں قبر وچ ستا پئے۔ کجھ قبراں چھوڑ تے عنایت خاتون محبتڑ وڈی ذال دی قبر وی نال اتھائیں ہے۔

مہر غلام قادر دیاں ڈو شادیاں ہن۔ ہک وڈی عنایت بی بی، جیڑھی اُبھے دے رشتے داراں وچوں جوانی وچ پرنج آیا، جینڈے وچوں لوہنڈیاں سکدیاں دا پہلا پتر عبداللہ ہا جینڈیاں پنج بھینٹیں مٹھڑ، آمنہ، زُہرا، سکینہ، مریم تے ڈو چھوٹے بھرا ظفر تے جاوید لمے دی چھوٹی ذال وچوں ہن۔ او شودی ڈھیر نہ ہنڈی تے رب کو پیاری تھی گئی۔

کہروڑ پکا لودھراں تو لا شجاع آباد تئیں ملک غلام قادر وڈی پر ہوں بیادری رکھیندا ہا تھوں اوندی لوک دناوت، سٹپ تے آدر مانڑ دے جتھ کتھ ہوکے ہن۔ اپنڑے وڈکیاں دے پیرے تے ٹرن آلا سیاٹا تے اُشناک ماٹس ہا۔ آپنڑی مالکی زمین بھانویں تھوڑی ہائی پر رچ ماندا نہ ہا۔ ہک پاسوں کراڑاں توں پنج چھی کھو ٹھیکے تے گھندا ہا تے ہئے پاسوں نویاں نہراں دیاں کھاٹیاں

دے ٹھیکے گھندا ہا۔ چالیہی پنجھا تکڑے کم آلے جواناں دی چھیڑاں مستقل ہوندیاں ہانس جیہڑھے رڑھ واہی توں لا مال ڈنگر ڈھور دی وی نال کریندے ہن۔

وپار کاروبار دا دھنی اینجھا، جو کراڑاں دیاں ساویاں کھڑیاں فصلاں دی بولی لا سودا کرتے ملتان تے کہروڑ پکا دیاں منڈیاں وپاریاں دے کھاتے چڑھا آوے ہا۔ وڈے ویڑھے وچ سوہنڑیاں نسلاں دیاں چونڑیاں گھوڑیاں استھان تے ہک تندیر نال بدھیجن ہا تے ڈوجھے پاسوں مڑیچے تے ڈھاٹی اُٹھاں دے ڈوڑ وگ میلیاں تے دوڑ کیتے تیار راہندے ہانس۔ روہیلیاں گائیں تے لیل پوری ٹرنی لموچڑ بکریاں داتاں اصلوں کوئی وپرا ہس جو جتھ سٹیج پووے ہا چنگاں سُتھرا نسلی اجڑ کھڑے، بیلیاں دے ہتھ رقم ڈیوا تے مال ہکلوا گھنے ہا۔ مال دی داری وچ چوپاہری ترائے چار نوکر کم وچ رُجھدے ہن۔

آسوں پاسوں وڈے چھوٹے زمینداراں وچ ملک غلام قادر دا اُچا ناں ہا۔ پُتر کو پڑھاون تے افسر بٹاون دا شوق تاں ہر پیو کوں ہوندے پر عبداللہ کوں پڑھاوݨ لکھاوݨ دا شوق جھلیندا نہ ہس۔ شام کوں ملکانڑی عنائت خاتون نال چُلھے دی بھاء تے ونج ہا ہوے ہا تے ذال نال پُتر کوں پڑھاوݨ تے پنج دھیاں دا بار لہاوݨ دے حال وی سترے ہا بیٹھا۔ آخر جو بھرا نال رشتہ پگنڈھی بیٹھا ہا۔ عبداللہ دی تازی مُچھ لہندی ڈیکھ تے بھتریجی پرنا آیا پر قسمت کھوٹی جو مسیں سال وی نہ گزاریوس تے ساہ پورے تھی ڈیونس پر پچھوں ہک دھی ممتاز مائی چھوڑ ڈگئی جیکوں ول عنائت مائی پالا کیوں جو عبداللہ پڑھائی کیتے بہاولپور ٹُر گیا۔

ملک عبداللہ عرفان دی پہلی درسگاہ جلادی واہݨ دا پرائمری سکول ہا جتھ استاد اکبر شاہ نے پنجویں جماعت تئیں پال دے چیتے وچ پڑھائی دے منڈھلے ایرے پدھے۔ ڈاہویں کہروڑ پکا ہائی سکول وچوں کیتی جتھاں تونسہ ڈیرہ غازی خان دے ہک مہان استاد تے عظیم سوشلسٹ انقلابی دانشور سئیں استاد فدا حسین گاڈی دی شاگردی وچ آئے جیہڑھے اوں ویلھے کہروڑ پکا ہائی سکول وچ اٹھویں جماعت کوں پڑھیندے ہن۔ انہاں عبداللہ عرفان کوں چھوٹی عمر وچ سوشلسٹ ترقی پسند نظریات داحامی بݨا تے دنیا کوں ڈیکھݨ سمجھݨ دی اوکھی چنڈ ڈسائی۔ عبداللہ عرفان نے تاریخ سماجیات سیاست تے معاشرت کوں مارکسی فلسفہ نال ڈٹھا۔ ماؤزے تنگ، لینن، چی گویرا فیدل کاسترو جمال عبدالناصر، کمال اتا ترک سویں عظیم انقلابی لیڈراں دی تاریخ تے انہاں دی جدوجہد دے گہرے مطالعہ نے عبداللہ عرفان دے خیالات، تے سوچ کوں ترقی پسند روشن خیال انقلابی دگ تے ٹور ڈتا۔

انہاں بہاولپور ایس ای کالج وچوں اپنڑی گریجوایشن کیتی تے نال ای ادبی تے نظریاتی کم وی ٹوری رکھا۔ اوزندگی کوں روشن خیالی ترقی پسندی انسانیت تے سائنسی بنیاداں دے ڈیکھنڑ دے قائل ہن۔ خواتین دی آزادی تے ترقی کوں اہم سمجھدے ہن۔ بہاولپور وچ ایں دوران انہاں اپنڑی گریجویشن ایس ای کالج توں مکمل کیتی ول پیرا میڈیکل کالج وچ داخلہ گھن تے تھیٹر اسسٹنٹ تے نرسنگ سکول وچوں میل نرس دی پڑھائی مکمل کرتے بہاولپور وکٹوریہ ہسپتال، ای این ٹی دے شعبہ وچ سرکاری ملازمت اختیار کیتی۔ پاکستان پیرا میڈیکل کالج ورکرز سٹاف دی تاریخ دی پہلی تنظیم سازی کرݨ تے پہلے منتخب صدر بݨڑ دا اعزاز وی ملک عبداللہ عرفان کول ہے۔

عبداللہ عرفان ہک گورا چٹا سوہنڑا جوان ہا جینڈی پہلی سُنجاݨ ہک سوہݨی مسکان کھل تے اُچا ٹھاٹھ آلہ تراہکا ہا۔ انتہائی باذوق تے بھاری کڑک آلا نال الوینڈا ہا۔ اعلی لباس، برانڈڈپن، گھڑیاں تے پرفیوم ذوق تے شوق دا حصہ ہا۔ سنگت ساتھ نال بیٹھکاں ادبی تے انقلابی نشستاں انہاں دی وڈی سنجاݨ ہئی۔ فلمی سٹار سلطان راہی نال انہاں دی بہوں گھاٹی سنگت ہئی ۔ بہاولپور وکھوڑیہ ہسپتال دی ملازمت دے دوران انہاں اپڑیں پسند دی شادی ارشاد بیگم نال کیتی جیڑھی او پیلے کالج وچ بی اے دی شاگرد ہن جیڑھی ڈگری شادی دے بعد مکمل تھئی۔ اپڑیں گھر آلی ارشاد بیگم نال بے انت محبت ہائی جو جتھ آون ونجن ہا ذال پئے کٹھے ہوندے ہن ۔ارشاد بیگم نے ملک عبداللہ عرفان نال زندگی دے ہر ڈکھ سکھ وچ پچھ تے سانجھ کیتی۔ اپڑیں پتراں دھیاں کوں ہر سیاسی کٹھ وچ چھوٹی وڈی نظریاتی سنگت دی میٹنگز وچ ہمیشہ نال رکھیندے ہن۔ تہوں سرائیکی تحریک وچ عبداللہ عرفان بطور ہک فیلی سانجھ دے متعارف ہے۔ کُلھ ہڑتالاں جلسے احتجاج وچ عبدللہ عرفان ٹبر سمیت موجود ہوندے ہن۔ انہاں دی زندگی دے ہر فیصلے بلخصوص سرائیکی لکھتاں کتاباں وچ ارشاد بیگم دا وڈا حصہ ہے۔

بہاولپوردی ترقی پسند ادبی سیاسی تے انقلابی سنگت نال نوجوان عبداللہ عرفان نے تڈہاں جنرل ایوب خان دے فوجی مارشل لا آمریت دے خلاف جمہوری جدوجہد بطور سٹوڈنٹ لیڈر شروع کیتی۔ جیڑھی جو سابقہ ریاستی نوابی غیر سیاسی ماحول وچ ہک اوکھا کم ہا۔ انہاں روزنامہ مشرق، مساوات، رہبر، دستور، سمیت کئی مقامی اخباراں وچ ادبی سیاسی تحریراں لکھݨ دا سلسلہ شروع کیتا جیڑھا بعد وچ صحافت نال جُڑدا گیا۔

لاہور، فیصل آباد، ملتان دی ٹریڈ یونینز نال رابطے گنڈھیج گئے جتھاں سی آر اسلم، افضل رندھاوا، معراج محمد خان، رسول بخش پلیجو تے سندھ دیاں انقلابی قومی تحریکاں دی سنگت نال جڑدے گئے۔ فدا حسین گاڈی انہاں دا استاد تے تاج محمد خان لنگاہ تے منظور محسن جیڑھے بچپن دے سنگتی تے کلاس فیلو ہن نال انہاں دا رابطہ ہمیشہ بحال رہیا۔ انہاں سیاسی تحریکاں دے پردھان لیڈراں دے سامݨے جمہوری جدوجہد کوں قومی تے طبقاتی جدوجہد دے گانڈھے دی تجویز ڈتی۔ انہاں دا خیال ہا جو جمہوریت دی بحالی تل وطنی قومی تحریکاں کوں طبقاتی جدوجہد نال جوڑتے ٹوری ونج سگدی ہے۔

۱۹۶۷ وچ بہاولپور وکھوڑیہ ہسپتال دی ملازمت چھوڑتے سعودی عرب مکہ مکرمہ وچ شاہ فیصل ہسپتال دی ملازمت اختیار کرتے مکہ مکرمہ سعودی عرب چلے گئے-۱۹۶۸ وچ سعودی حکومت نے اعزازی سکالرشپ تے ملک عبداللہ عرفان کوں رائل میڈیکل کالج آف لندن ای این ٹی دے شعبہ وچ سپیشل ڈپلومہ تے ہئے اہم میڈیکل کورسز کیتے برطانیہ بھیجا۔ اتھوں انہاں تھیٹر اسسٹنٹ تے سکن سرجری کیتے ڈپلومہ حاصل کیتا تے واپس مکہ سعودی عرب آ گئے جتھاں انہاں ۱۳ سال کنگ فیصل ہسپتال مکہ مکرمہ سعودی عرب کم کیتا۔ ملک عبداللہ عرفان نے اپݨے پالاں بچاں سمیت سعودی عرب رہائش اختیار کیتی رکھی۔

ول اپݨے اماں ابا بھراواں بھݨیجاں بھݨویاں تے خاندان دے کئی افراد کوں وی سڈوا گھدونے ۔ ایں دوران سال

دیاں چھٹیاں وچ انہاں رج تے دنیا بھر کوں ٹُر پھر تے ڈٹھا۔ انہاں تقریباً یورپ تے مڈل ایسٹ دے وڈے تے اہم تاریخی وڈے شہراں دی سیاحت کیتی۔ جینڈے وچ برطانیہ، آئرلینڈ، فرانس، اٹلی، جرمنی، ہالینڈ، مصر، شام تے ترکی ہن۔ نال ای سال وچ ہک واری پاکستان دا چکر وی لگیدا ہا جتھ سیاسی ادبی سنگت ساتھ تے رشتے داراں نال اپݨا گانڈھا قائم رکھیا۔ سال دی کھٹ کمت وچوں جو بچدا ہائی اوندی کھتائیں نہ کھتائیں کوئی سکنی شہری تے زرعی جائیداد پاکستان وچ گھن تے رکھی آندے ہن۔

سعودی عرب وچ اپݨے قیام دے دوران انہاں اپݨیاں ثقافتی، سماجی، ادبی تے جمہوری سرگرمیاں دے حوالے نال سمندر پار روشن خیال جمہوری حلقیاں وچ انتہائی اہم تے فعال کردار ادا کرݨ نہ بھلایا۔ پردیس رہ تے انہاں لکھݨ پڑھݨ تے ادبی کم کوں جاری رکھیا تے انقلابی ادب تخلیق کیتا۔ جنہاں وچوں ڈو حصیاں تے مشتمل انہاں دے انقلابی ناول "ہم جاگ رہے ہیں" تے "ہم جاگ چکے ہیں" لکھے جیڑھے چھپ نہ سگئے۔ سعودی عرب وچ "مکہ لٹریری سوسائٹی" بݨا تے ترقی پسند لکھاریاں کیتے ہک ادبی نظریاتی فورم دی بنیاد رکھی۔ جتھ مسلم دنیا وچوں آئے ونکو ونک دے انقلابی شاعر ادیب دانشور کٹھے تھیندے گئے۔ سعودی حکومت دی ترقی پسند فکر تے سخت پابندیاں دے باجود انہاں مکہ جدہ تے مدینہ منورہ وچ روزی روزگار کیتے آئے لکھاری دانشور ادیب حلقے گول تے انہاں نال کم جاری رکھا۔ پردیس دے باوجود انہاں پاکستان وچ جمہوری جدوجہد کیتے ہمیشہ اپݨے رابطے اہم جمہوری سیاسی شخصیات نال بحال رکھے۔

ملک عبداللہ عرفان ذوالفقار علی بھٹو کوں پاکستان دا حقیقی نجات دہندہ تے ہیرو سمجھدے ہن۔ پیپلزپارٹی دی تنظیم سازی دے دوران انہاں بنیادی کردار ادا کیتا۔ انہاں نہ صرف سمندر پار پاکستانی کمیونیٹیز کوں پیپلزپارٹی کیتے متحد کیتا بلکہ پارٹی کیتے باقاعدہ رضاکارانہ فنڈنگ دا بندوبست کیتا۔ ذولفقار علی بھٹو سمیت پیپلزپارٹی دی اعلی قیادت انہاں کوں وڈے قدردی نگاہ نال ڈیکھدے ہن۔ بھٹو دے اقتدار وچ آوݨ دے بعد بھٹو نے عبداللہ عرفان کوں وطن واپس آتے اعلی عہدیاں دی پیشکش وی کیتی جیڑھی ایہ آکھ تے نہ قبول کیتی جو "میں چٹ داپُتریاں ایتلا بار نئیں چا سگدا"۔

ملک عبداللہ عرفان تے استاد، فدا حسین گاڈی آپس وچ مستقل رابطے وچ راہندے ہن تے سرائیکی قومی تحریک تے جمہوری جدوجہد کیتے ہک ہئے نال خط وکتابت نال صلاح مشورے وچ ہوندے ہن۔

۱۹۸۰ وچ سعودی حکومت کوں ملازمت توں استعفی ڈے تے پالاں بچاں سمیت پاکستان واپس آݨ آباد تھئے تے آونڑ سیتی ہک پاسوں سرائیکی قومی تحریک تے ڈوجھے پاسوں جمہوریت بحالی دی تحریک ایم آر ڈی وچ ہموں متحرک کردار ادا کیتا۔ انہاں ۱۹۸۲ وچ ماہنامہ "معاشرہ" تے ہک پرنٹنگ پریس دا ڈیکلیریشن وی منظور کروایا پر مارشل لا دیاں پابندیاں تے سختیاں وچ رسالہ "معاشرہ" نہ چھپ سگیا۔ انہاں واپس آتے اپݨیں پیو ڈاڈے دا کم سنبھالا جو بہاولپور شہر بغداد الجدید دے نال اپݨیں ذاتی زرخرید رقبے تے کاشت کاری شروع کیتی۔ او ڈاہ بی سی دے علاقے وچ کئی اہم ترقیاتی کماں وچ شامل رہیے۔ ضیا الحق

دے مارشل لا وچ انہاں کوں شدید مشکلات تے صعوبتاں دا سامٹا وی کرنڑا پیا۔ ایم آر ڈی دی تحریک وچ انہاں ہوں متحرک کردار ادا کیتا ہا۔ موسی سعید سمیت انہاں دی ہئی سیاسی سنگت قلعے وچ قید کرڈتے گئے ۔پیپلزپارٹی دے سید اقبال حیدر نال قریبی سنگت ہئی۔ مارشل لاء دی سخت پابندیاں دے باوجود ایم آر ڈی دا اجلاس خفیہ اجلاس بہاولپور کیتا گیا۔

ڈوجھے پاسوں نال نال سرائیکی قومی شعور دے ودھارے دا کم وی تاج محمد خان لنگاہ، استاد فدا حسین گاڈی، افضل مسعود، سیٹھ عبیدالرحمن، قاری نورالحق، ملک فاروق اعظم استاد اعجاز بلوچ ، مظہر عارف تے ہئے ڈھگ سرائیکی ادبی سیاسی علمی فکری سنگت نال رابطے شروع تھیئے۔ انہاں رل تے سرائیکی وسیب وچ پراݨی سنگت کوں کٹھا کیتا تے ول سرائیکی صوبہ محاذ توں سرائیکی صوبے دی جدوجہد دا آغاز کیتا جیندے وچ حمید اصغر شاہین، مجاہد جتوئی تے ہئے سیاسی کارکن وی شامل ہن۔ سرائیکی صوبہ محاذ دے ناں نال ہک وڈی قومی تحریک دا آغاز کیتا جیندا مقصد پاکستان وچ مظلوم محکوم سرائیکی عوام کیتے سیاسی جمہوری قومی تے سیاسی حقوق دی بحالی تے پاکستان وچ سرائیکی پنجویں اکائی دی بنیاد تے صوبے دی جدوجہد ہائی۔

انہاں ہک پاسوں تاج محمد لنگاہ صاحب کوں سرائیکی صوبہ محاذ نال جوڑیا تے ڈوجھے پاسوں استاد فدا حسین گاڈی نال ماضی دی سیاسی علمی مکالمے کوں عملی شکل ڈیوݨ کیتے سرائیکی لوک سانجھ دے ٹھہاوݨ کیتے سنگت نال صلاح مشورے تے رابطے شروع کر ڈتونے تنظیم سازی دا عمل تیزی نال شروع تھیا تے ہر پاسے وسیب وچ سیاسی کارکن قومی جمہوری انداز نال باہروں نکل آئے ۔ ہک پاسوں سرائیکی سُنجاݨ، سرائیکی ادب، سرائیکی زبان سرائیکی ثقافت کیتے پورے وسیب وچ کم شروع تھیا تے ڈوجھے پاسوں سرائیکی صوبے دے سیاسی سوال، سرائیکی ابتدائی تعلیم سرائیکی وسیب وچ سرائیکی لوکاں دیاں ملازمتاں دا حصول بے روزگاری دا خاتمہ تعمیر و ترقی، روہی تھل دامان دی الاٹمنٹ آبادکاری دے خلاف بھک ہڑتالاں جلسے لانگ مارچ تے احتجاج سیاسی تے جمہوری انداز نال شروع کیتے۔

سیاسی شعور دے ودھارے دا نتیجہ سرائیکی صوبہ محاذ دی شکل وچ متحرک تھی گیا بعد وچ ایہو صوبہ محاذ پاکستان سرائیکی پارٹی دی شکل وچ اج تئیں قومی جدوجہد کریندا پیئے۔ ملک عبداللہ عرفان سرائیکی لوک سانجھ، سرائیکی صوبہ محاذ تے پاکستان سرائیکی پارٹی دیاں بنیاداں رکھݨ آلیاں وچوں ہن تے انہاں دے عہدے دار وی ہن۔تاج محمد لنگاہ تے ملک عبداللہ عرفان دا تعلق ہکے وسیب کہروڑ پکا نال ہا۔ کہروڑ پکا ہائی سکول دی سنگت جیڑھی مردے دم تئیں نال نبھی۔ تاج محمد خان لنگاہ دی وستی بھیبئیں تے وستی کھاڑکاں ہکے رستے تے نال لگدڑ وستیاں ہن تے ڈوہائیں دے وڈکیاں دی برادریاں ہن۔

عبداللہ عرفان پاکستان سرائیکی پارٹی دے نائب صدر تے سینٹرل کمیٹی دے ممبر ہن جبکہ تاج محمد خان لنگاہ پارٹی دے صدر ہن۔ لنگاہ صاحب دی غیر موجودگی وچ پارٹی دی صدارت ملک عبدللہ عرفان کول ہوندی ہائی۔

انہاں سرائیکی زبان سرائیکی ادب سرائیکی سیاست، سرائیکی قومی حقوق دی بحالی وچ بطور ہک ادیب لکھاری، سیاسی کارکن، دانشور، راہنما تھی کراہیں اپنڑی زندگی دا ہر لمحہ سرائیکی وسیب تے محکوم طبقات دی قومی حقوق دی شعوری جدوجہد دی بحالی وچ گزارے انہاں سرائیکی لٹریچر اینڈ ریسرچ کمیشن تے پاکستان سرائیکی ادبی بورڈ بہاولپور بنڑا تے اپنڑیاں کتاباں لکھتاں دی اشاعت توکم شروع کیتا۔ ۱۹۸۶ وچ انہاں ہفت روزہ "معاشرہ" بہاولپور توں شروع کیتا جیڑھا ماہنامہ دی صورت وچ سال کھن چل تے بند تھی گیا جیندے وچ سرائیکی تے اردو زبان وچ ادبی انقلابی مواد چھپدا ہا۔

ملک عبداللہ عرفان جدید، ترقی پسند ادب، سرائیکی لوک ادب دے ایرے اتے جدید سرائیکی نثری ادب دے بانی تے خالق تے مستند ریسرچ سکالر سمجھے ویندن۔۔ انہاں دے مضامین، کالم، تراجم قسط وار ویلھے وقت نال مختلف اخبارات وچ چھپدے رہ ویندے ہن۔ بہاولپور دیاں ذاتی لائبریریاں وچوں ہک وڈی لائبریری وی ملک عبداللہ عرفان دی شناخت دا حصہ ہے۔

عبداللہ عرفان دے ادبی خدمات وچوں ہک وڈا کم انہاں دا سرائیکی ادب وچ سرائیکی لوک قصیاں کو پورے وسیب وچوں قصولیاں ڈاڈے حال مراثیاں بابے ڈاڈیاں پڈھڑیاں توکھٹا کرتے انہاں کوں تاریخی ثقافتی تحقیقی عمل وچوں گزار تے ہک ہک قصہ خالص سرائیکی زبان تے قصولی دے بیانی انداز کوں سامنڑے رکھیندے ہوئے نویں سروں قصے دا ول قصہ کیتا جیڑھا "ناتھ جی" تے سرائیکی لوک قصیاں دی کتابی شکل وچ موجود ہے۔ ایویں انہاں روسی ادب وچوں جارجی مارکوف دے ضخیم ناول "سائبیریا" دا سرائیکی ترجمہ کیتا جیڑھا زیر طباعت ہے تے چینی لکھاری لوشیون دے قصیاں کوں وی سرائیکی زبان وچ "گالھے دی پوتھی" دے ناں نال کتابی صورت ڈتی۔

ایں توں علاوہ انہاں دیاں اپنڑیاں تخلیقی لکھتاں جیڑھیاں جو شارٹ سٹوریز تے زناواں دیاں علامتی کہانڑیاں دی صورت وچ کئی شاہکار لکھتاں مختلف رسالیاں ادبی مجلیاں وچ چھپ چکیاں ہن جنہاں وچوں ہسی، تندی، صندوقڑی، گھاگھر ولھ، کالوتی بیادری، چاگھن سلماکہ قابل زکر ہن۔ انہاں دی وڈیاں تحریراں ہالی زیر طبع ہن جنہاں وچ ڈرامہ تھیٹر افسانہ قصے شاعری تے عالمی ادب دے تراجم شامل ہن۔

اکویویں صدی دی ڈیجیٹل لوڑھ کوں ڈیکھدے ہوئے انہاں پیش بندی کیتی جو نویں پیڑھی کو سرائیکی زبان لاطینی حروف وچ لکھنڑی پوسی تہوں انہاں ایں خیال موجب "سرائیکی زبان لاطینی اکھراں وچ" دے ناں نال ہک کتابچہ لکھا جیندے وچ بنیادی تصور الفاظ صوتاں تے حرکات تے اوندی لوڑ بارے خیال تے ڈائیلاگ ہے۔ انہاں کو ڈھیر آس امید سرائیکی وسیب دی نویں پیڑھی توں ہائی جو نویں صدی انہاں دی ہے تے لوڑ وی انہاں دی ہے۔ تہوں ہر فیصلے وچ نویں پیڑھی دی رضا تے حمایت دا ہووڑ لازمی ہے نتاں پڈھڑے دانشور دا دماغی نسٹلجیا نویں پیڑھی کوں مصیبت وچ پا ڈیسی۔

ملک عبداللہ عرفان دا خیال ہا جو ہک فنکار ادیب درحقیقت ایک حقیقی سیاسی راہنما ہوندے جیڑھا جو ہمیشاں اعلیٰ

سماجی تبدیلی آلے پاسوں اپٹیں وسیب کوں گھن ویندے۔ اج وقت ثابت کیتے جو ہک سیاسی کارکن تے ادیب دے خواب پورے تھیندے پئین جو سرائیکی سُنجاڑ ادب تے سیاسی جمہوری حقوق دا جھڑھا پوٹا ملک عبداللہ عرفان نے لایا ہا او اج ودھدا پھلدا پئے۔ اگلی سوجھواڑ نویں پیڑھی اپنڑی قومی لسانی ثقافتی سیاسی حقوق دا جھنڈا چاتے پندھ کریندی آندی ہے۔

چار محرم ہاریاں مئی انوی سو ستانوے کوں بہاولپور انہاں دے گھر۱۳ بی شرقی ٹرسٹ کالونی وچ انہاں دی وفات ہارٹ اٹیک نال تھئی۔ ملک عبداللہ عرفان دی وفات نال سرائیکی وسیب ہک وڈی علمی سیاسی ادبی شخصیت توں محروم تھی گیا۔ انہاں اپنڑے جیندے جی اپنڑی ڈائری وچ ہک نوٹ لکھ چھوڑیا ہا جو میکوں میڈی اپنڑی زمین تے ایں جاء دفنا ہے جتھاں ہر سال قصے دا پڑ ہدیھجے میلہ لگے قصولی آون شاعر ادیب فنکار آون ساری رات قصہ تھیوے ایہو میڈا ورہیڑاں سمجھا ہے۔

ملک عبداللہ عرفان دی آخری آرام گاہ انہان دے حکم مطابق انہاں دے ذاتی ملکیتی رقبے وچ ہے جتھ لگراں دے ونڑ سر جوڑتے ملک عبداللہ عرفان تے چھاں کیتی رکھدن۔ انہاں اپنڑے پچھوں محبتاں آلی گھر آلی، ترائے پُتر شہزاد عرفان، رعد عرفان، فواد عرفان تے پنج دھیریں ممتاز عرفان، نادیہ عرفان، شازیہ عرفان، عالیہ عرفان، سہام عرفان مونجھے چھوڑن۔ وقت دا پناں بدلا ہک ہک کرتے ملک عبداللہ عرفان دی بیگم سمیت سارے بال امریکہ منتقل تھی گئے سوائے وڈی دھی ممتاز بیگم دے جیڑھی بہاولپور وچ مقیم ہے۔ امریکہ ونج آباد تھیون آلے بالاں وچوں کوئی نہ کوئی سال پسالی پاکستان ان اُڑکدے۔

کتاب ناتھ جی دا تعارف:

ناتھ جی، ملک عبداللہ عرفان دی ڈوجھی لوک قصیں دی کتاب ہے۔ ایں کتاب دے مرکزی کردار ڈوہن۔ ہک ناتھ جی تے بیا نائی، جیندا عرف بچہ حاجی ہے۔

ناتھ جی ہک بھاگ وندا کراڑھے تے بچہ حاجی ناتھ جی دے شہر دا نائی ہے۔ ناتھ جی دی گھر والی فوت تھی چکی ہئی۔ اوندے ڈو پتر ہن۔ ناتھ جی اپنڑے ہڈھیپے وچ گنگا دھاوڑ چاہنداھا۔ اوہ اپنڑی ساری زندگی دی کمت کوں کٹھا کرواتے اوندے ترائے حصے کریندے تے تیجھا حصہ ایجھے جوان کوں ڈیوڑ دا اعلان کریندے جیڑھا اوکوں گنگا دے کنارے تک گھن ونجے کیوں جو اوہ ہڈھا تھی چکا ہے تے اوکوں گنگا ونجڑ دے پندھ کیتے ہک جوان دے سہارے دی لوڑ ہے۔ ناتھ جی دی دولت دا تیجھا حصہ نائی گھن گھندا ہے تے اوہ گنگا دے پندھ وچ ناتھ جی دا باقیہ بیلی بڑ تے نال ٹرپوندا ہے۔

نائی اصل وچ ہک چتر، تے چالاک مانس ہے اوہ ناتھ جی نال ہک شرط طے کریندا ہے جو، میں رستے وچ جیڑھا سوال کریساں ناتھ جی کوں اوندا پورا تے صحیح جواب ڈیونڑا پوسی۔ جے ناتھ جی میڈے سوال دا جواب نہ ڈے سگن تاں میں گھر واپس ونجڑ کیتے آزاد ہوساں۔ ایں شرط اُتے نائی تے ناتھ جی تیار ہن تے انہاں دا سفر رام دیرے یعنی ڈیرہ اسماعیل خان کنوں شروع تھی ویندے۔ ایں پندھ وچ بچہ حاجی، یعنی نائی سوال کریندا ویندے تے ناتھ جی اوندے سوالیں دا درست جواب ڈیندا ویندے تے اوہ دریا سندھ دے کنڈے کنوں گنگا والے پاسے ویندے پن۔ اصل وچ ایہ کتاب سرائیکی وسیب تے ایندے

جغرافیے کوں لوک قصے دی صنف وچ بیان کریندی پئی ھے۔ایں قصے کنوں ایہ وی پتہ لگدے جو ایہ کہانی ۱۹۴۷ء دی بھگی کنوں پہلے دے سرائیکی وسیب دا نقشہ پیش کریندی پئی ھے۔ایں ویلے ہک اچھا وسیب ملدا ھے جیڑھا ہندی تے اسلامی روایات دا سانجھا وسیب ھے۔

کوئی امن تے امان دیاں گھڑیاں ہن جیڑھیاں مذہبی تفریق کنوں آزاد ہن۔کوئی اچھا دیلا ھے جیڑھا سرائیکی قوم کوں اپݨی رہتل تے ثقافت نال جوڑ تے ٹردا پیا ھے۔ایں قصے دا عہد امن تے شانتی دا سنیہا ڈیندا ہویاملدا ھے۔ناتھ جی ہک سیاݨا تے سوڈھل ماہنڑوھے۔اوہ اپݨے وسیب دی تاریخ تے عظمت دا گواہ ھے۔اوندی ہک ہک گالھ لکھ روپے دی ھے۔اوہ اچھا سوجھوان ھے جیڑھا اپݨی دھرتی تے سرائیکی قوم کوں اپݨی کتھا دے ذریعے نویں سنجاݨ ڈیندا ھے۔ناتھ جی ہک اچھی کتاب ھے،جیندی سرائیکی لوک ادب وچ وڈی اہمیت تے ضرورت ھے۔

ایندا اسلوب وکھرا تے نویکلا ھے۔ایندا ڈکشن کھرا تے اصل ھے۔ایندے وچوں سرائیکیت دی خوشبو آندی ھے۔اگرچہ ناتھ جی تے بچہ حاجی ڈوعام کردار ہن لیکن ملک عبداللہ عرفان انھاں دے ذریعے جیڑھی دانش تے تاریخ بیان کیتی ھے اوہ انھاں دے لکھتی اسلوب دا وڈاگݨ تے سݨپ ھے۔ایں قصے رایں سرائیکی وسیب دے لموچڑی علاقے دا جغرافیہ تے تاریخ ملدی ھے۔جڈاں جو لکھاری دا آکھݨ ھے جو،اساں ناتھ جی کوں گنگا پگا ڈتے، ہݨ کوئی ہندوستان وچ رہݨ والا سرائیکی دانشور ناتھ جی کوں قصے رایں واپس رام دیرے تک پچا وے تے اوندا رستہ ابھیچڑی علاقہ ہووے۔یعنی ایں طرح پورے سرائیکستان دا جغرافیائی حدود اربعہ تے نقشہ تاریخی طور تے واضح تھی ویسی۔ملک عبداللہ عرفان سرائیکی قوم دا اچھا بھاگ وند لکھاری،ادیب تے تاریخ دان ھے جیڑھا پورے اعتبار نال اپݨی لکھت وچ ڈسدا ھے۔ایہ جتھاں سرائیکی قوم دے لوک ورثے کوں سانبھڑدی جنتا کریندا ھے اتھاں ایہ سرائیکی قوم دا سیاسی شعور وی جگاوݨ دا پورا پورا

اہر کریندا ھے۔ملک عبداللہ عرفان بذات خود پاکستان سرائیکی پارٹی دا اہم راہنما رہیا تے سرائیکی صوبے کیتے عملی طور تے جدوجہد وی کریندا رہیا۔اوندی ہر کتاب وچ سرائیکی قوم تے ایندے تاریخی تے ادبی ورثے کوں جیڑھے درد بھریے لہجے وچ بیان کیتا گیا ھے اوندی مثال کہیں جا نھیں ملدی۔

"ناتھ جی"کوں ملک صاحب دسمبر ۱۹۹۳ء وچ مکمل تاں کر گھدا ھا تے کمپوزنگ وی تھی گئی ہئی پر،ایہ چھپی مارچ ۱۹۹۴ء وچ ھے۔ایندے وچ ناتھ جی سمیت کل بار ھاں عنوان درج ہن جیڑھے ناتھ جی دے کردار تے بچہ حاجی دے سوال دے نال نال ابھر دے تے اگاں ٹر دے ہوئے نظر دے ہن۔علاوہ ازیں ایندے وچ ملک عبداللہ عرفان دا لکھیا ہویا پہلا مضمون چھڑواگیاں سوچاں تے صابر چشتی دا لکھیا ہویا مہاکڑا تے مہاگ "اکھراں دی بھیڑ"وی شامل ھے۔

مچھی کیوں کھلی؟

ایہ سرائیکی لوک قصے دا ڈوجھا لوک قصہ ھے ایندے وچ ہک اچھا بھیت تے راز ھے جیڑھا مچھی کیوں کھلی؟دی

وضاحت دے بعد کھل تے سامنڑے آویندا ھے ۔ایہ لوک قصہ اصل وچ قصہ درقصہ اگاں ٹردا ھے تے چھیکڑ مچھی کھلݨ دا بھیت پھرول تے مک ویندا ھے ۔

ہک لحاظ نال ڈٹھا وںچے تاں ایہ ہک انوکھڑا قصہ ھے جیڑھا ساڈے اندر کئی سوال چھوڑویندا ھے ۔ایں قصے دی وݨت کاری وچ وڈا فن ملدا ھے تے لوک دانش دی ہک اتجھی ونکی ملدی ھے جیڑھی کہیں عورت نال منسوب ھے ۔حیرت ایں گالھ دی ھے جو ایہو قصہ اجوکی تانیثیت دی تحریک دا سوھݨپ ثابت تھیندا ھے ۔ عورت ہر جا، تے ہر عہد وچ ہیٹی ہݨ تے زندگی گزر یندی رہی ھے تے ہݨ وی کئی جا، تے تریمت نال ڈڈھپ ورتیا ویندے تے اوندی حق تلفی کیتی ویندی ھے ۔خوداساڈے سرائیکی سماج وچ عورت دی مت کھری یا گݨے وچ بیان کیتی ویندی ھے ۔یعنی عورت کوں کم عقل تے پسماندہ آ کھیا گیا ھے ۔ لیکن ایہ قصہ ایں سارے وچارتے خیالات دی نفی کریندا ھے ۔ایں قصے وچ عورت سارے مرداں کنوں عقل تے دناوت وچ ڈھیر ساری اگوں نظر آندی ھے ۔ کئی بھیت اتجھے اپݨے اندر رکھیندی ھے جیکوں کوئی سیاݨا تے سوڈھا چݨا نھیں کھول سگدا ۔اوہ راز کھلولݨ والی ہک سیاݨی تریمت ھے جیڑھی ایں قصے دے راہیں ساکوں ملدی ھے ۔

مچھی کیوں کھلی؟ایہ ہک ہوں وڈا راز ھے ۔اگرچہ ایں راز دا تعلق وی ہک عورت ذات نال ھے تے ایندے کھولݨ والی وی عورت ھے ،پر،مرد سیاݨے ایں راز کوں بجھݨ کنوں عاری نظر آئے ہن ۔

ایہ لوک قصہ خاص طور تے جوانی تے ہڈھیپے دے قصیاں وچ شامل ھے تے ایں قصے وچ جوانی دے جنون کوں ڈیکھݨ دا ہک وڈا راز کھل تے سامنڑے آیا ھے ۔اگرچہ اتھاں چٹ دی سیاݨی،سوھݨی تے سگھڑ دھی دے کردار کوں مرکزیت حاصل ھے ،لیکن ایندے نال بادشاہ دی ملکاݨی تے اوندی سہیلی دا کردار وی پورے قصے دا پر کھرا کراݨ وچ اپݨی انج سنجاݨ رکھیندے ۔ایندے نال قصہ گودی فنی مہارت،لفظیں دا چݨاؤ تے وسیبی ثقافت وی قاری کوں اپݨی گرفت وچ گھدی ودی ھے ۔

چٹ دی دھی ہک سیاݨی تے سوڈھی تریمت ھے جیکوں پورے قصے دی جان آکھیا ونج سگدا ھے ۔ایہ تریمت لوک دانش تے وفا دا ہک وڈا نشان ہݨ تے سامنڑے آئی ھے ۔اوہ قصے وچوں قصہ سݨاتے ایہ کوشش کریندی ھے جو ملکاݨی دا بھیت نہ کھولیا ونجے ،لیکن بادشاہ دی کاوڑ تے ڈڈھپ اوکوں بھیت کھولݨ تے مجبور کریندے ۔انت اوہ سیاݨے تے سوڈھے مرداں دی محفل وچ ملکاݨی تے اوندی سہیلی کوں ننگا نھیں کریندی بلکہ سارے مرداں کوں اپݨی دناوت نال شرمندہ کرڈیندی ھے ۔

ایں قصے دا مختصر نقشہ تے خلاصہ کجھ ایں طرح ھے جو ہک بادشاہ دے حکم تے ہک مچھیرا شاہی تلاڑ وچ کئی قسم دیاں مچھیاں نپ تے چھوڑ ڈیندے تے ایہ تلاء شاہی محل دے اندر ربݨایا گیا ھے ۔ایہ تلاء دا تلاء تے ہک قسم دا سوݨمنگ پول وی ھے ۔اوہ ماچھی ہک ڈینہ بادشاہ کوں ملدے تے بادشاہ اوندے کنوں پچھدے جو تیکوں کیا انعام ڈیواں تیں ونکو ون دیاں مچھیاں نپ تے میڈے تلاء دے سوھݨپ وچ ودھارا کیتا ھے ۔ماچھی عرض کریندے جو،میکوں اہݨے ایں تلاء وچ میڈیاں ترائے

مچھیاں چھوڑݨ دی اجازت ڈیوو، میں تہاڈے کنوں ہیا کجھ نہیں منگدا۔ بادشاہ اجازت ڈے ڈیندے تے جیڑھے ویلے اوہ ماچھی اپݨیاں مچھاں چا آندے تاں ملکاݨی ہول پوندی ھے جو پہلے تاں توایہ اپݨیاں مچھیاں ساڈے تلاء وچ نہ چھوڑجے تیکوں بادشاہ موکل ڈے ڈتی ھے تاں توانھاں مچھیاں دے ناں ڈس تے ول چھوڑ۔ اوہ ماچھی پہلی مچھی چاتے اہدے ایندا ناں ھے "ملی"۔ ڈوجھی دا ناں ھے "چھالی" تے تریجھا ھے "ترکنڈ"۔ ترکنڈدا ناں سݨ تے ملکاݨی اہدی ھے جو ایہ تاں نرھے تے نرداشاہی تلاء وچ کیاکم۔ بس توترکنڈکوں ایں تلاء وچ نہ چھوڑ۔ ایہ گالھ سݨ تے ترکنڈ مچھی کھل پوندی ھے۔ بادشاہ کوں حیرت تھیندں ھے جو مچھی کھلی تاں کیوں کھلی؟اوہ اپݨے وڈے وزیر دے ذمہ لاڈیندے جوایں راز دا پتا کڈھ۔ وزیر شودا ہک ڈینہ ٹرپوندے تے ہک چٹ دے گھر مہمان ونج تھیندے۔ اتھاں اوکوں چٹ دی ہک سیاݨی سوڈھی دھی ملدی ھے جیڑھی اوں راز کوں بجھ سگدی ھے تے اوہ پرینج تے وزیر دے نال آویندی ھے۔ وزیر بادشاہ کوں آہدے جو میڈی گھر والی کول تہاڈے سوال دا جواب ھے۔ اُوھا تہاکوں ڈس سگدی ھے جو مچھی کیوں کھلی۔ کچہری لگ ویندی ھے۔ پہلے تاں اوہ چٹی بادشاہ کوں مت لیندی ھے جو،تساں ایں وزیر کوں ڈاڈھا اوکھا کیتے ایہ تہاڈا سچا سچݨ ھے۔ تہاکوں ایویں نہ کرݨا چاہیدا ھا۔ چلو،جو تھئی سو تھئی ہݨ تساں ایں راز تے بھیت دا پردہ پاش نہ کرو تاں چنگاھے،نتاں پچھتاسو، لیکن بادشاہ کوئی ضدی تے اوپالھی طبعیت دا مالک ہااوں اوندی مت کوں آیا ونچا یا چاکتیا تے ول اوہارٹ لا ڈتس جو مچھی کھلی تاں کیوں کھلی؟

اوہ چٹی ڈڈو دناوت دیاں مثالاں قصیاں دی شکل وچ سݨواتے اوکوں راز نہ کھولݨ تے وزیر کوں اپݨا سچا دوست سمجھݨ دی سجھاوݨی ڈیندی ھے۔ ہک مثال وچ اوہ ایں طرح قصہ کریندی ھے جو ہک بادشاہ کول باز ھا جیندے نال اوہ شکار کھیڈدا ھا ۔ہک جاتے پہتے تاں اتھاں پاݨی دا کوئی ناں نشان نہ ھا۔ بادشاہ کوں تریہہ ستایا ہویا ھا۔ اوہ ہک وڈے وݨ تلے بیٹھا ھا تے بازاوں وݨ دے اُتے ونج بیٹھا۔ بادشاہ کوں ہک ہئے درخت وچوں پاݨی داقطرہ قطرہ نکلدا ہویا نظر یاتے اوہ اپݨے ہک برتن نال پاݨی دے قطرے کٹھے کر کے پیوݨ لگاتاں باز جھپٹی مارتے اوہ پاݨی وݨواچھوڑیا۔ اوں دوبارہ کوشش کیتی تاں باز ول ایویں کیتا ۔ بادشاہ کوں کاوڑ لگی تے اوں باز دی گجی مروڑتے مارسٹیا۔ بعد وچ اوکوں پتا لگا جوایہ قطرہ قطرہ آوݨ والا پاݨی ہک زہریلے ناگ دی وس ہئی جیڑھا درخت دے منڈھ وچ بہہ تے کریند بیٹھا ھا۔ ہݨ بادشاہ پچھتا ندا ودے جو ہائے میں اپݨے سچݨ باز کوں اپݨے ہتھیں ماربیٹھاں۔

بادشاہ چٹی دی ایں مثال کنوں وی کوئی سبق حاصل نہ کیتا تے وزیر نال زیادہ کاوڑکرݨ پئے گیا۔ چٹی ہک ہیا مثالی قصہ سٹایا جو،ہک توتیں دا ولہھا اوہ اپݨے علاقے کنوں اڈی تے ہک ہئے علاقے وچ آئے ،جتھاں انھاں کوں ہک جاتے چوگ نظر آئی ،لیکن ایں چوگ دے نال ہک شکاری دا جال وی لگا کھڑا ھا۔ تو تے پریشان تھی گئے جو ایں پھندے وچ پھس تے آزادی کنوں محروم تھی ویسوں انھاں دے وڈپرھان توتے صلاح ڈتی جو آپاں ایویں بکھ نہ مرونجوں۔ چوگ کھاوݨ ضروری ھے ،لیکن پھس ونجݨ دا امکان وی زیادہ ھے۔ تساں ایویں کرو جو آپاں ایں جال وچ پھس ونجوں تاں دڑوٹ ونجوں تے ساہ پوری طرح جھڑ ونجوں ،تاں جو شکاری ایہ سمجھے جوایہ سارے تو تے مرگئے ہن۔ انھاں ایں اگواݨ دی گالھ کوں سمجھ گھدا تے جیڑھے ویلے شکاری

انھاں کو پھدیاتاں اوہ موئے ڈیکھ تے ہکاہکا تھی گیا۔ اوں سارے توتے اپنڑے جال وچوں کڈھ تے باہر چاسٹیے تے ہک توتا جیڑھا انھاں دا وڈپردھان ھا اوہ کہیں طرح بچ گیا تے شکاری دے ہتھیں وچ رہے گیا۔ باقی توتے اڈی گئے تے اپنڑے وڈپردھان دا ارمان کریندے رہیے۔ اوہ سیاݨا توتا شکاری ہک بادشاہ کوں ویچ ڈیتا۔ بادشاہ اوں سیاݨے توتے دیاں گالھیں کنوں بہوں خوش ہاتے اوندے نال کھیڈدا رہندا ھا۔ ہک واری اوہ توتا بادشاہ کنوں موکل گھن تے اپنڑے ملک چلیا گیا تے ول واپسی تے ہک اینجھا پھل گھن آیا جیڑھا بڈھڑے لوکاں کوں جوان کر ڈیندا ھا۔ اوں پھل دے بیج کوں بادشاہ اپنڑے باغ وچ رادھاتے اوندے اتے ترائے داݨے لگے۔ اوہ داݨے مالی گھن تے آیاتاں انھیں نال ناگ دی زہر لگی ہوئی ہئی بادشاہ تجربے دے طور تے ہک چنڑے کوں ہک پھل کھوایاتاں اوہ زہر دی وجہ کنوں مرگیا۔ بادشاہ کوں کاوڑ لگی تے اوں اوہ پوٹا وی پٹوا چھوڑیا تے توتے کوں وی کچی مروڑتے مار گھتیا بعد وچ انھاں وچوں جیڑھے ڈو داݨے بچے ہوئے ہن اوہ اتفاق نال پوہاری ڈیوݨ والیاں دے ہتھ لگ گئے انھاں گھر ونج تے اچھی طرح دھوتاتاں زہر دھوپ گئی تے اوہ کھاوݨ نال پوہاری ڈیوݨ والا بڈھڑا تے بڈھڑی جوانی چڑھ گئے لوک حیران تھی گئے جو ایہ کیویں جوان تھی گن۔ بعد وچ پتا لگا جو، اوھو بادشاہی پھل کھاتے جوان تھنے ہن۔ ہݨ بادشاہ پچھتا وے جو، ہائے میں کیا کیتا توتا وی ماریندیاں تے پوٹا وی کڈھ چھوڑیا ھے۔ ایہ مثال سݨڑ دے باوجود بادشاہ ٹس تے مس نہ تھیا، بلکہ اوں اپنڑے وزیر کوں سخی نال آکھیا جو میکوں پس ایہ ڈسو جو مچھی کیوں کھلی؟ چٹ دی دھی اھدی ھے :

"بادشاہ تیڈی چنگائی بیندے وچ ھے جو توں گجھے بھیت نہ پھول، متݨ اوں شکاری
وانگ پچھوتانویں جیں اپنڑے ہتھیں اپݨا پلوڑا باز ماریا ہا"

ہݨ جہڑی دے وس کنوں پاݨی تار تھیندا ویندا ھا۔ انت اوں ایہ راز کھول ڈیتا جو ملکاݨی تے اوندی خاص سہیلی جیڑھی پاہنی بݨ تے ہر ویلے ملکہ دے نال رہندی ھے۔ انھاں کوں ململ دے کپڑے پوا تے گھن آؤ۔ بادشاہ حکم ڈیتا تے اوہ ململ دیاں پوشاکاں پا تے آ گیاں وزیر دی زال جہڑی مائی انھاں کو آکھیا جو تساں ڈوھیں ایں شاہی تلاء وچ ٹبی مارتے باہر نکلو۔ انھاں انکار کیتا تاں بادشاہ حکم ڈیتا جو، جیویں ایہ مائی اہدی ھے اویں کرو۔ انھاں کوں پاݨی وچ ٹبی مروائی گئی تاں انھاں دے جسم کنوں مذکر تے مونث واضح تھی گیا۔ یعنی اوہ ملکاݨی دی سہیلی تریمت نہ ہئی بلکہ ہک مردانہ جسم والی مکارݨ ہئی۔ جہڑی آکھیا جو مچھی ایں گالھوں کھلی ہئی جو ملکہ خود ہی تاں اپنڑے بادشاہ نال مکر کرتے ہک مرد کوں تریمت بݨائی ودی ھے۔

اتھوں پتا چلدے جو سرائیکی وسیب وچ اینجھے قصہ گو وی پیدا تھیندے رہیے ہن جیڑھے اجوکی فیمانزم دی تحریک دے علم دار ہن اوہ مردانہ مرکزیت دی نفی کرتے تریمت دی مرکزیت کوں وی تسلیم کریندے ہن۔ ایں سارے قصے وچ اساکوں تانیثیت دی تحریک دا حاصل ملدا ھے تے تریمت ذات دا مورال اچا اچا ڈسدا ھے۔

سیاݨیاں دی وستی:

کاٹھ گڑھ توں اگاں ہچہ حاجی تے ناتھ جی سنگڑھ شہر وچ پہنچ ویندن۔ سنگڑھ ناں دا ہک پراݨا قصبہ اج وی تونسہ دے نال موجود ھے۔ قصہ گو اساکوں تے ناتھ جی کوں سنگڑھ شہر تے ایندے وسوواݨاں بارے کجھ ڈسیندے اوہ اہدے جو اتھوں دے لوک

ہموں چالاک تے سیانڑے ہن ،ناتھ جی بچہ حاجی کوں روکڑاڈے تے بازار والے پاسے کجھ کھاوݨ پیوݨ داسامان گھنݨ کیتے پٹھیندے۔نائی صاحب یعنی ناتھ جی دا بچہ حاجی اتھاں ونج کے ہک تھہہ تے پراݨے گھنڈر اُتے ہک کھولے دے باہروں ہک بندے کوں ڈہدے جیڑھا سک وݨ تھی ہک مہاڑی نپی بیٹھے۔بچہ حاجی اینکوں ڈیکھ تے حیران تے پریشان تھیاکھڑے تے جے تک ہک ہڈھڑا آویندے تے اوہ پچھدے جو ،ہیں میاں جواناکیا ڈہدا کھڑیں؟اوہ آہدے جو ڈاڈاایہ کیا راز ھے جو ہک بندہ مہاڑی پھدی بیٹھے تے چپ چاپ ھے؟ہڈھڑا اہدے ساکوں وی کوئی سدھ کئے نھیں تے ساڈے پیوڈاڈے کوں وی کوئی علم کئے نہ ھا۔بچہ حاجی ناتھ جی کول واپس ویندے تے اپݨی ایں حیرت دا اظہارکریندے۔ ناتھ جی آہدے روٹی ٹکر کھاتے رات دا تومیکوں مروڑے ڈیویں تے میں تیکوں ڈسیساں جو ایہ مہاڑی نپݨ والا کون ھے۔بچہ حاجی تے ناتھ جی دال پھلکاکھاتے پالھے تھی گئے۔ہݨ بچہ حاجی ناتھ جی کوں گھٹیندا تے مروڑے ڈیندا بیٹھے تے ناتھ اوں ٹھیڑھ اُتے کھولے دے باہروں مہاڑی وٹھݨ والے سک بند دا قصہ شروع کریندا پے۔

ناتھ جی آہدے بچہ حاجی !ایں علاقے داہک سوداگر ھا سوداگر ابجیڑھا باہر دے ملکیں وچوں اپݨے بادشاہ کیتے تحفے تے انوکھڑیاں چیزاں گھن آندا ھا۔اوندی زال اویں تاں اُتلے ہاوں اپݨے پیۓ نال ڈاڈھے لاڈ کریندی ہئی تے اپݨی محبت ظاہر کریندی ہئی پر،اوہ ہک کمینی عورت ہئی جیڑھی اتھوں دے بادشاہ دے ہک وزیر نال ملی ہوئی ہئی۔اوہ وزیر دی رکھیل تے اوندے نال پُٹ تھی گئی ہئی۔ہک دفعہ سوداگر اپݨے نوکراں چاکراں نال پندھ کریندا پیا ھااوکوں پاݨی دی لوڑپئی تے اوہ اپݨے بیلیاں کوں راہ دے ہک کھوہ وچوں پاݨی کیتے بھیجاتاں بوکے وچ ہک اجھا بندہ وی نال چمڑیاآیاجیڑھا کھوہ وچ پڈاکھڑا ھا۔سوداگر اوندی خیر خواہی کیتی تے اوہ نرویا تھی کے اپݨے وطن والے پاسے روانہ تھی گیا نال ایہ وی آکھی گیا جو میاں سوداگرا،جے کڈا ھیں اوکھی پووی تاں میکوں ضرور یاد کریں میں سیاݨیاں دی وستی وچ رہنداں۔

ہݨ سوداگر کافی منافع کماتے گھرواپس ولیاویندے تے اوکوں رستے وچ بے موسمیاں پتیاں تے کجھ انوکھڑے پھل ملیے۔اوہ ایہ سوکھڑیاں سجھ تے ہموں خوش تھیا تے انھاں دے بیج نال گھن تے ٹرپیا۔ پیااوں جنگل وچ نشانیاں وی لاڈیتاں جو اپݨے بادشاہ کوں نویاں خبراں ڈیساں تے انھاں سوکھڑیاں بارے ڈسیساں نال انھاں کوں بیج وی پیش کریساں۔جے بادشاہ ایہ انوکھڑیاں پتیاں تے انوکھڑے پھل ڈیکھݨ چاہسی تاں ول اتھاں گھن وی آساں۔

اوہ ایہ نویاں سوکھڑیاں گھن تے گھر پہچا اپݨی گھر والی کوں سارا حال ڈتس۔اوں کیاکیتا جو اپݨے گھر والے کوں رات دی نندروچ پٹ کرتے اوہ اپنے یار وزیر کول پہنچ گئی تے اوکوں آکھیں جو میڈا گھر والا انوکھڑے پھلاں دے بیج تے بے رتیاں پتیاں گھن آئے سویلے بادشاہ کوں تحفے دے طور تے ڈیسی تے انعام گھنسی۔وزیر آکھیا جو،اوہ سارے بیج بھن چھوڑ آپاں اینکوں ناکام کرݨے تے بادشاہ دے اگوں بدنام کرݨے۔سوداگر دی زال اپنے یار دا آکھیامن تے گھر والے دے سارے تحفے سواکر

چھوڑیے، بیج بھن چھوڑیے۔ وزیر اوں جنگل والی جاتے ونج تے ساریاں بے رتیاں پتیاں وی پٹ چھوڑیاں۔ سویلے سوداگر صاحب بادشاہ دے اگوں وڈے ماٹ نال گالھ ٹوری تاں وزیر آکھیا جو سائیں ایہ سب کوڑ ھے۔ ایندے پلے کجھ کئے نھیں۔ ایہ سکھڑی پھوت ماری بیٹھے۔ سوداگر تے وزیر دی شرط لگ گئی۔ شرط ایہ طے تھئی جو وزیر آکھیا جو جے کر سوداگر دیاں بے رتیاں پتیاں تے انوکھڑے پھلاں تے انھاں دے بیج ڈسڑ والی گالھ کوڑی تھئی تاں میں سوداگر دی جیڑھی شے کوں ہتھ پیساں اوہ میڈی ہو سی۔ جے سوداگر سچاتاں ول میں کوڑا جو بادشاہ سزا ڈیسی منظور ہو سی۔

سوداگر ایہ شرط من گیا تے پہلے اوں بیج منگوائے تاں اوہ سارے بھنے پئے ہن ول اوں جنگل والی جاتے گئے تاں اتھاں بے رتیاں ولھیں دے نشان وی نہ ہن۔ سوداگر سمجھ گیا جو، ایہ سارا راز میڈی زال کول ھاتے اوں وزیر کوں ڈس ڈتے جیندی وجہ کنوں وزیر ہر شے برباد کرواچھوڑی ھے۔ ہنڑ سوداگر شرط ہر گیا ھا۔ اوکوں سدھ پئے گئی ہئی جو، وزیر میڈی زال نال پھٹیا کھڑے تے اوہ میڈے گھر ونج تے میڈی زال کوں ہی ہتھ پیسی۔ سوداگر کوں اپڑا اوہ سیاڑا سنگتی باد آ گیا جیڑھا کھوہ وچوں نکلیا ھا تے سوداگر کوں آکھی گیا ھا جو میاں کوئی اوکھی پووی تاں میکوں ضرور یاد کریں۔ بس سوداگر کجھ ڈینہ دی بادشاہ کنوں موکل گھدی تے پچ گیا۔ سیاڑیاں دی وستی۔ اوں وستی دے موچی نال ٹاکرا تھیا تاں اوں ڈاچی مروڑ گھدی۔ ول وستی دے ہالاں شے دے بہانے سوداگر کوں ڈاڈھا زچ کیتا تے ول ہک لنگڑا بندہ وی اوندے سر تھی گیا۔ بہرحال وڈی مشکل نال اوہ اپنڑے سیاڑے دوست تک اپڑ گیا۔ ساری حقیقت بیان کیتی تے اوں سیاڑے تسلی ڈتی۔ سویلے اوہ وستی وچوں روانہ تھئے۔ موچی کنوں ڈاچی وی واپس گھنا ڈتی سیاڑے بندے تے نال وی ٹپیا۔ سوداگر دے گھر ونج تے اوں سوداگر دی زال کوں چھت اُتے بھیج ڈتا تے نال ہک ہیرے موتی نال جڑی ہوئی پڑسانگ کھڑی کر ڈتی۔ سویلے بادشاہ تے وزیر کوں اطلاع ڈتی گئی جو آوَسائیں وزیر صاحب اپنڑی شرط مطابق جیڑھی شے کوں ہتھ پاوے چاونجے۔ بادشاہ تے وزیر سویلے سوداگر دے گھر آ گئے۔ وزیر پہلے تلویں کمرے وچ وڑیا تے مہاڑی کوں پکڑتے کمرے دے اندر غور نال ڈٹھا اتھاں سوداگر دی زال نہ ملی ول اوں پڑسانگ تے اتلی منزل والے پاسے دیدماری تاں اوندی پلاٹی اُتوں جھاتی مارتے ڈبدی کھڑی ہئی۔ ہنڑ وزیر پڑسانگ دے ہیرے موتی والے ڈاکے پکڑتے اُتے ونجڑ لگاتے اوہ ڈوترائے ڈاکے پکڑتے اتے چڑھیا تاں سوداگر دے سیاڑے دوست رکھ تے ماری ڈانگ تے اوہ تلے آپیا۔

سیاڑے آکھیا تیڈی شرط ایہ ہئی جو میں سب کنوں پہلے جیڑھی شے کوں ہتھ پیساں اوہ میڈی ہو سی۔ تیں سب کنوں پہلے مہاڑی پنی ھے ول تو ولیا آئیں پڑسانگ والے پاسے چلو ٹھیک ھے جیڑھے تیں ڈوترائے ہیرے موتی والے ڈاکے پھدے ہن اوہ وی بھن تے چاونج تے اوہ مہاڑی وی پٹ ونج تیڈی شرط پوری تھی گئی ھے۔ بادشاہ کنوں نیا نہہ تھیا تاں اوں وی وزیر کوں لوبھی تے کمینہ آکھیا تے اوکوں مہاڑی تے پڑسانگ دے ڈوترائے ڈاکے ڈے تے گھر بھیج ڈتا۔ ہنڑ اوہ وزارت توں ہتھ دھوتے اوھا مہاڑی پنی بیٹھے تے اپنڑے برے کم تے پچھتاندا بیٹھے۔ ایہ اوھو بدبخت وزیر ھے جیڑھا سک وٹ تھی تے ڈڑوٹی بیٹھے۔ بادشاہ اوں سیاڑے بندے کوں اپڑا وزیر بٹاڈتا ھا تے سوداگر دی زال دا پتا نھیں کیا بٹیا۔

ایں قصے وچ ہک مکار تے لچی عورت دا روپ سامنڑے آیا ھے ۔ اھوقصہ پہلے وی "سرائیکی لوک قصے" وچ گزر چکا ھے ول ناتھ جی دی پندھ وہاٹی وچ دی دوبارہ ملک عبداللہ عرفان بیان کرڈتا ھے ۔ اینڈا ویورا پچھلے صفحیں وچ گزر چکا ھے ۔

منگراں بادشاہ زادی:

ایہ ناتھ جی دی ستویں پندہ دہاٹی ھے ۔ اینڈے وچ علامتی طور تے خان پور کنورا شہر ڈکھایا گیا ھے ۔ اتھاں ونج تے نائی یعنی بچہ حاجی ایہ ڈیکھدا ھے جو ہک وڈا سارا کوڑا پیا ھے جیڑھا ہر ڈیکھنڑ والے کوں حیران کریندا ھے سدھ نھیں ایہ کوڑا کیندا ھے تے اتنا وڈا کیوں ھے ؟ایں بھیت کوں ناتھ جی ایں کھلیندا ھے جو بچہ حاجی !ہک بادشاہ ھا اوندی اولاد کئے نہ ہئی ۔ ہک رملی کنوں پچھا گیا تاں اوں آکھیا جو بادشاہ تیڈا پتر ہمسی تے تساں کرنڑا ایہ ھے جو،اوکوں ہک آجڑی دے ہال دے رلے بھورے وچ 12 سال رکھنڑا ھے ۔

پتر ہم پیا۔ بادشاہ وڈی مشکل نال آجڑی تک پہنچاتے فقیر بنڑ تے 12 سال کیتے آجڑی دا پتر گھن آیا۔ ڈوھیں ہال 12 سال تک بھورے وچ پلدے رہیے ۔ 12 سال مکے تے آجڑی اپنڑا پتر گھن گیا۔ ہنڑ اوہ اتھاں تے بادشاہ دا پتر اتھاں اپنڑے بھرا کوں یاد کریندا رہیا۔ ہک ڈینھ بادشاہ دا پتر جیندا ناں مٹھل ھا اپنڑے آجڑی بھرا کول ونج اپڑیا۔ آجڑی دا ناں جیسل ھا۔ مٹھل تے جیسل مل تے ڈاڈھے خوش تھئے مٹھل جیسل نال رہنڑ شروع کرڈتا۔ بادشاہ ہوں پریشان تھیا۔ ہوں کوشش کیتی پر مٹھل جیسل کنوں پرے تھیندا وی نہ ھا۔ آخر ،ہک ہڈھڑی دی اُکل کم آئی تے ہک ڈینھ بڈھڑی اماں ونج تے جیسل دے کن وچ کھسر پھسر کیتی تے کوئی خاص گالھ نہ کیتی بس اتنا آکھیا جو ایہ مٹھل کوں نہ ڈسیں ۔ مٹھل تاں سبھو کجھ ڈہدا کھڑا ھا ۔ ہڈھڑی کنڈولائی تے اوہ جیسل دے کن لگ گیا جوہاں بھئی ڈسا بڈھڑی کیا آہدی ہئی جیسل آکھیا جو بس کھسر پھسر کیتی ہس ہئی کوئی گالھ وی کئے نھیں ۔ اتھوں مٹھل ناراض تھی گیا جو جیسل میں کنوں کوئی گالھ لکیندا پے اوہ سدھا اپنڑے پیو دی شاہی وچ واپس آگیا۔ ہک ڈینھ مٹھل شکار تے گیا تے دریادے بیلے وچ شکار کھینڈدا کھیڈدا دریا تک آگیا۔ اتھاں دریادے وچوں ہک بیڑا لنگھدا پیا ھا۔ اوندے وچ ہک سوھنڑی ملوک زادی بیٹھی ہئی ۔ مٹھل شہزادہ اوکوں ڈیکھ تے مُس پیا تے اوں ملوک زادی وی اینکوں ڈیکھ تے پہلے بجا ڈتا ول کن دی والی لہاتے ہتھ وچ گھمائی تے ول پاتی چا۔ ول ہتھ دی چوڑی لہاتے ہتھ وچ گھمائی تے ول پاتی چا، تے چھیکڑی منگر بھر تے ول ویٹ چھوڑیا۔ بیڑا اگاں ٹرگیا تے مٹھل ہوریں واپس آگئے تے جوان ڈاڈھا پریشان تھیا۔ اوکوں اوں ملوک زادی نال عشق تھی گیا ھا اوہ اوندے تک ونجڑ چاہندا ھا۔ پر اوندے اشارے اوکوں سمجھ نہ پئے آندے ہن ۔ ایں پریشانی وچ اوہ نہ کجھ کھاوے نہ کجھ پیوے ۔ ماء پیو ڈاڈھا پریشان ہووے ۔ کئی حکیم طبیب دوا دارو ڈے تے وگ گئے پر، مٹھل سائیں کوں جیڑھا جگر ی روگ لگ گیا ھا اوندا کہیں کوں کوئی پتا نہ لگا۔

ہنڑ بادشاہ اوندے آجڑی بھرا کوں سڈوایا اوہ آیا تے اپنڑے مٹھل بھرا کنوں حال پچھا۔ اوں اپنڑے رلے پلدے سنجڑ کوں

ڈسیا جو، ایویں شکار تے گیاں تے ایویں ہک ملوک زادی کوں بیڑے وچ اشارے کریندا ڈٹھے ۔ میں اوندے بغیر نھیں رہ سگدا تے ایہ وی پتا نھیں جو، اوہ کیڑھے ملک دی شہزادی ھے ۔ جیسل آجڑی دانا تے سیاٹا ھا اوں پچھ گھدا تے مٹھل کوں تسلی ڈیندے ہوئیں آکھیا جو، مٹھل سائیں جیڑھا اوں بجا ڈتے اوندا مطلب ھے جو میں 05 سو کوہ پرے رہندی ہاں ۔ کن دی والی گھماوٹ دا مطلب ھے جو، والی نگر میڈا شہر ھے ۔ چوڑی گھماوٹ دا مطلب ھے جو، ہک چوڑی گردی دھی ہاں تے منگر بھرتے وٹڑ دا مطلب ھے جو، میڈا ناں منگراں بادشاہ زادی ھے ۔

ایہ سڑ تے مٹھل خوش تھی گیا تے شاہی گھوڑے تیار کرواتے، دھن دولت نال چاتے ڈوھیں بھرا روانہ تھی پئے ۔ ویندے وگدے انت پنج کئے والی نگر وچ تے منگراں دا محل وی گول گھدونے ۔ جیسل ڈٹھا ہک آرائیڑ کوں جیڑھی پھل چاتے منگراں دے محل وچ ویندی ہئی ۔ اوں ڈتیاں کجھ مہراں سونے دیاں تے اوکوں سنیہا ڈتس جو، منگراں کوں ونج آکھیں بی بی پھل پیندی ہیں تاں پاناتاں پھل کماندے نی ۔ اوہ آرائیڑ گئی ونج آکھیا ۔ منگراں ہک تھالی وچ اٹا چا آئی تے ترائے بازار بٹاتے ہک کوں ڈھا چھوڑیا ۔ ول آرائیڑ کو آکھیں ونج انھاں کوں ڈس ڈے ۔ آرائیڑ واپس آئی تاں اوہ راہ بھلیندے کھڑے ہن ۔ آرائیڑ مائی تھالی وچ اٹے والا نقشہ ڈساڈتا جیسل سمجھ گیا تے اپنڑے بھرا کوں نال گھن تے بازار پھرڑ پئے گیا ۔ اوکوں ڈھٹھا ہویا بازار مل گیا تے اپنڑے بھرا مٹھل کوں ڈساڈتس جو، منگراں رات تیکوں اتھائیں آن ملسی ۔ منگراں دے رات دا پاھر نکلڑ دا ہک منظر ایں طرح ملدا ھے :

"ادھ رات اڈے ادھ رات اُڈے منگراں بادشاہ زادی مرداواں ویں وٹا بینت ہتھ
وچ چا مساڑ دو ویندی ہئی ھے اگوں ڈوسپاہی کھڑن ۔ ہک اکھیندے ووئے اے
تریمت ھے ڈوجھا اکھیندے در پٹھے تھی اے جوان ھے اواکھیندے او ئے پرل آ
اے تریمت ہئی ۔ ڈوہاں بہک جا ماری ۔ جیڑے ویلے منگراں اتھوں لنگھ ٹری او
ڈوہیں سپاہی وی اولا ڈے تے اوندے پچھوں ٹر پئے "

رات تھی گئی، منگراں آگئی، مٹھل پہلے کنوں اتھاں موجود ھا ۔ پر کوئی گالھ وی نہ تھئی تے منگراں واپس چلی گئی ۔ سویلے ول جیسل آرائیڑ دے کن ونج لگاتے اوکوں کجھ پیسے ڈے تے ول اوھو سنیہا پٹھ ڈتا جو، بی بی پھل پیندی ہیں تاں پاناتاں کاٹے تھیندی نی ۔ آرائیڑ دا سنیہا گھن تے اوں ول تھالی وچ ہک پئے مقام دا نقشہ ڈتا اتھاں وی مٹھل تے منگراں دی ملاقات تاں تھئی پر، گالھ مہاڑ کوئی وی نہ تھئی ۔ ہا! البتہ جیڑھے ویلے اوہ مٹھل والی کھٹ اتے پیر رکھ تے زور ڈیندی ہئی تاں کھٹ چیکدی ہئی ۔ اوں چھکیڑی ایہا گالھ کیتی جو، کھٹ رکھی کھڑے وے یا مخول کیتے وے ۔

ول سویلے جیسل آرائیڑ کوں اوھو سنیہا ڈتا ۔ ہنڑ منگراں ہک مساڑ دا نقشہ ڈتا تے اتھاں ملاقات کریندے

ویلے پہرے والے سپاہیاں منگراں کوں ڈیکھ گھدا۔ اوہ مٹھل کول تاں پچ گئی ۔ پر، پہرے داراں باہروں گھیرا پاگھداتے سویلے بادشاہ کوں ایہ سبھوکجھ ڈکھا وٹا ھا۔ ہنڑ منگراں پریشان ھے ۔ اوہ مٹھل کوں اہدی ھے جو، کوئی اُلکل کر میڈے بچڑ دی ۔ مٹھل کوں جیسل آکھ گیا ھا جو، کوئی پریشانی تھیوے تاں توزور داترائے سڈمرواویں جو لنڈے ڈاندا والیا اپنڑے ڈاندا سائیں ہنڑ ناتاں سویلے ایہ پھاٹک لگ ویسی ۔ مٹھل ہک پہرے دار کوں کجھ سونے دیاں مہراں ڈتیاں تے آکھیا جو کا کا میڈا اھونکا جھیا کم کر چا۔ ترائے واری چوک وچ کھڑتے ہو کا ڈے چاجو لنڈے ڈاندوالیا اپنڑے ڈاندا سائیں ہنڑ ناتاں سویلے پھٹک لگ ویسی ۔ اوہ پیسے نپ تے بھنا گیا تے ترائے واری ہو کا ڈے آیا۔

ہنڑ جیسل ہک بڈھڑی مائی دا ویس وٹا تے لڈودا تھال بھر تے آ گیا تے پہرے داریں کوں آکھیں میڈا پتر ڈھکیا پیا ھا۔ میں منت منی ہئی جو، جیڑھے ویلے چھٹسی میں سپاہیاں کوں لڈو ونڈیساں ۔ ایہ گھنو پتر کھاؤ ۔ میڈا پتر چھٹ آئے ۔ ایویں لڈو ونڈ یندی ونڈیندی اوہ مماڑ وچ پچ گئی جتھاں مٹھل تے منگراں بیٹھے ہن ۔ اوں منگراں کوں بڈھڑی والا ویس ڈتا اوہ چاتے واپس چلی گئی ۔ ایہ ڈوہیں بھرا مسمان وچ رہے گئے ۔ سویلے بادشاہ آگیا پہرے داریں انھاں کوں بادشاہ دے سامنڑے پیش کیتا۔ انھاں بادشاہ کوں الٹا گلہ ڈتا جو، اساں مسافر ہیں تیڈی نگر وچ آئے ہیں تیڈے پہرے داریں اساڈے نال چنگا سلوک نھیں کیتا۔ بادشاہ انھاں کوں چھوڑ ڈتا۔

ہنڑ رملی نے بادشاہ کوں آکھیا ہویا ھا جو، میڈی نگری وچ کوئی تریمت پاپی ھے ۔ تو اوندا پتا کر۔ اوں ہک کڑھا گرم کروایا تے آکھیا جو ہر تریمت اینکوں ہتھ لاوے ۔ جیڑھی ڈوہی ہو سی اوہ ابندے نال چمبڑ ویسی ۔ ہنڑ مٹھل ہک فقیر دے روپ وچ اتھاں آگیا جتھاں عورتاں کٹھیاں ہن ۔ اوہ اپنڑے فقیری انداز نال جھمر مریندا ہویا منگراں کوں زور دا پاسا ماریا تے اوہ ڈھمہ پئی ۔ ہنڑ اوہ روندی پئی ھے ۔ بادشاہ ڈیکھ گھداتے اوکوں سہارا ڈے تے پچھا جو، ایہ اللہ والے ہن انھاں دی کاوڑ نہ کر۔

منگراں آکھیا جو بادشاہ میکوں ایہ کاوڑ نھیں بلکہ ایہ فکر ھے جو، ایں مرد اپاسا میکوں لگے تے میں کڑھا کوں ہتھ لاواں تاں کیویں لاواں میں کنواری ہاں ۔ ایندے جسم لگنڑ نال ڈوہی تاں بنڑ گئی ہوساں ۔ بادشاہ منگراں دی ایہ گالھ سنڑ تے اوکوں روک ڈتا جو تو، کڑھا کوں ہتھ نہ لا۔

بہر حال مٹھل تے جیسل منگراں کوں ہر مصیبت وچوں بچاونڑ دے پورے پورے فن کیتے ۔ ول ہئی اُلکل ایہ کیتی گئی جو مٹھل کوں ہار سنگھار کرواتے ہک زنانے ویس وچ زنانی بٹاتے منگراں دے محل وچ ٹکایا گیا۔ اتھاں مٹھل ڈٹھا جو، منگراں اپنڑے پیو کوں قتل کر ڈتا ھا۔ وجہ پچھی گئی تاں پتا ایہ چلیا جو، اوندا پیو جیڑھے شہزادے نال اوندا منگڑا کیتی کھڑا ھا اوہ اوندا مترایا بھرا

ھا۔ اتھاں منصوبہ ایہ بٹایا گیا جو مٹھل واپس آ گیا جیڑھا سوھنی سوائی بنیاد ووا ھاتے جیسل دی زال دے طور تے سامنے آیا ھا۔ منگراں اپنڑے پیو کوں مارتے بیڑے وچ پاتے دریا دے حوالے کر ڈتا ھا۔

ہنڑ جیسل بادشاہ کوں درخواست کیتی جو میڈی سوائی منگراں دے محل وچ رہندی پئی ہئی اوہ ہنڑ نھیں ملدی۔ بادشاہ منگراں کنوں پچھا۔ اوں آکھیا جو اوکوں میڈا پیو گھن تے وگ گئے۔ بادشاہ آکھیا اچھا ول ایندا بدلہ ایہ ھے جو تو ہنڑ ایندے نال ونج پرینج۔ بادشاہ منگراں تے مٹھل کوں اپنڑے نال گھن تے واپس آ گیا تے اپنڑے بھرا مٹھل کوں منگراں نال پرنا ڈتا۔ ایں طرح ایہ قصہ مک ویندے تے ناتھ جی ڈسیندے جو ایہ کنوار اصل وچ منگراں بادشاہ زادی دے شیش محل دا ستواں ماڑھے۔ جیڑھا کوڑے دی شکل وچ نظر آندا پیا ھے تے ہنڑ بھڑ تھی گیا ھے۔

ایں قصے وچ اگرچہ منگراں بادشاہ زادی دا نویکلا روپ ملدا ھے تے ایندے نال جیسل دا کردار وی ڈاڈھا چنگا تے سیانڑا ھے۔ اصل وچ اوہ ہک سہولت کار ھے جیڑھا ہک پاسے اپنڑے بھرا مٹھل کوں سہارے ڈیندے تے ہئے پاسے منگراں دے نال وی پورا ساتھ ڈیندے۔ اوہ اگرچہ آجڑی دا ہال ھے پر، نمک حرام نھیں بلکہ نمک حلال ھے جیڑھا بادشاہ تے اوندے پتر مٹھل کوں کئی مصیبتیں وچوں کڈھ تے ول ہک سوھنڑی زندگی دی راہ اتے آن کھڑیندا ھے۔ منگراں دا روپ ہک بہادر عورت دا روپ ھے۔ اوہ اپنڑے وقت دے غاصبیں نال بھڑدی ھے۔ اپنڑی اٹکل نال جیندی ھے۔ اوہ اپنڑی منزل دی آپ نشاندہی کریندی ھے تے ول اینکوں حاصل کرنڑ کیتیے داناوت تے دانشمندی دا مظاہرہ کریندی ھے۔ اوہ اپنڑے لوبھی تے مغرور پیو کوں ایں پگالھوں قتل کریندی ھے جو اہ اپنڑے وقت دا فرعون بنڑ گیا ھے۔ اوہ دھن تے دولت دی لالچ وچ رشتیں دے تقدس کوں پامال کرنڑ چاہندا ھے۔ ہک متر ائے بھرا نال اوندی منگنڑی کرتے اوندی کنوار بنڑاونڑ چاہندا ھے۔ اگرچہ اوہ منگراں دا پیو ھے مگر اوندا کردار ڈسیندا ھے جو اوہ ہک ظالم تے دنیا دار بندہ ھے۔ منگراں کول بچنڑ دا ہیا کوئی چارا کئے نھیں۔ انت اوہ ایہ منصوبہ بنڑاتے اپنڑی ذات کوں نامنڑ والے دھبے کنوں بچا گھندی ھے۔ اوہ بہادر عورت ھے۔ اوہ سماجی قدراں دی پاسداری کرنڑ والی خاتون ھے۔ اوہ سماجی نظام کوں گندے لوکیں کنوں پاک کرنڑ والی فکر دی مالک ھے۔ اصل وچ ناتھ جی دا ہر قصہ سماج سدھار قصہ ھے۔ اوندے وچ کوئی نہ کوئی سبق ھے

رخشندہ عارف

لیکچرار سرائیکی

سرائیکی وسیب دا تاریخی پچھوکڑ

سرائیکی وسیب اگر عظیم وادی سندھ دا ہک ادھیچ تے وسیع رقبے اتے دکھریا ہویا علاقہ ھے۔ اینکوں جغرافیائی لحاظ نال روہ، روہی، تھل تے دمان دی زمین وی آکھیا ویندا ھے۔ تاریخی طور تے ہر علاقے دا سیاسی جغرافیہ مختلف عہد وچ تبدیلی دے عمل وچوں گزردا رہندا ھے۔ ایویں ہر خطے دا لسانی جغرافیہ وی متاثر تھیندا ھے۔ اجوکے عہد وچ سرائیکی وسیب دے نقشے اتے 23 ضلعے ڈکھائے گئے ہن۔ آواݨ والے وقتاں وچ اجوکیاں تحصیلاں تے وڈے قصبے دی ضلعے دے درجے اتے پگھ سگدے ہن۔ بہرحال فی عہد سرائیکی وسیب تلے ڈتے ہوئے اضلاع اُتے مشتمل ھے۔ پاک پتن، ساہیوال، خانیوال، چنیوٹ، جھنگ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، سرگودھا، میانوالی، ڈیرہ اسماعیل خان، ٹانک، بھکر، لیہ، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، مظفرگڑھ ملتان، لودھراں، وہاڑی، میلسی، بہاولنگر، بہاول پور، رحیم یار خان تے خوشاب۔

ایں جغرافیے دے مطابق سرائیکی وسیب ست دریاواں دی دھرتی ھے۔ ایں دھرتی دا بھاگ تے بخت وی انھاں دریاواں نال جڑیا ہویا ھے۔ اتھاں ہاکڑہ، ستلج، سرس وتی، بیاس، چناںہہ، راوی تے سندھ وگدے رہیے ہن۔ فی عہد انھاں ست دریاواں وچوں ہاکڑہ سرس وتی، تے بیاس تاں ملک مک چک گئے ہن، جڈاں جو ستلج تے راوی وچ وی کڈاھیں کڈاھیں پاݨی آندا ھے۔ ہݨ صرف سندھ تے چناںہہ دا پاݨی ہی سرائیکی وسیب وچوں لنگدا پیا ھے۔ نویں نہری نظام وچ وی سرائیکی وسیب دا پاݨی پورا نھیں ڈیتا ویندا۔ ایندے اتے غاصب تے متعصب آفسراں دا قبضہ ھے۔

اتھاں سب کنوں پہلے "نگریٹو" نسل دے لوکاں دی آباد کاری دی سندھ ملدی ھے۔ ایہ لوک ہزاراں سالاں کنوں عرب کنوں چین دی ساحلی پٹی دے نال نال وسدے ہن۔ ول اتھاں بحرالکاہل تے آسٹریلیا دے قدیم وسوواݨ آئے تے "آسٹرک" گروہ دے نال نال مشہور تھی گئے۔ ایہ لوک پوری وادی سندھ سمیت سرائیکی وسیب وچ وی وسدے ہن۔ آسٹرک گروہ دے لوک کئی پیڑھیاں تے قبائل وچ ونڈیے ہوئے ہن۔ انھاں وچ کول، بھیل سنتھال، گونڈ، ساورا، جانگ تے منڈھا وغیرہ شامل ہن۔ ایں سمورے آسٹرک گروہ دا ڈوجھاناں منڈایا منڈھا گروہ وی ھے۔

آسٹرک یا منڈھا قبائل دے بعد اتھاں تقریباً ساڈھے ترائے ہزار سال ق م وچ ہک ہیا نسلی گروہ وڑآیا، جیکوں دراوڑی گروہ آکھیا ویندا ھے۔ ایں تناظر وچ ڈاکٹر نصراللہ خان ناصر سرجان مارشل دے حوالے نال لکھیا ھے جو:

"ایہ (دراوڑ) لوک پراݨے کول، بھیل، سنتھال، منڈا تے گونڈ لوکاں

کنوں زیادہ سیانڑے، تہذیب یا فتہ تے طاقت ور ہن۔ قدیم باشندے بالکل بے فکر، آرام طلب تے آلسی تھی گئے ہن۔ اتھوں دی زرخیزی انھاں لوکاں کوں ست تے کاہل بٹاڈیتا ھا یاہروں آوڑ والے دراوڑاں وڈی آسانی نال انھاں کوں زیر کر گھدا"۔

موہن جودڑو تے ہڑپہ تہذیب دا مطالعہ کرڑ والے دانشور گویڑ کریندے ہن جو، اتھاں قدیم شہراں دے ایرے دراوڑ قوم نے بدھے ہن۔ انھاں شہراں دے علاوہ سرائیکی وسیب سمیت پوری وادی سندھ وچ سینکڑاں ایجھے قدیم آثار ملدے ہن جتھوں ایں خطے دی تہذیب تے تاریخ دا پچھاواں نظر آندا ھے۔ چنانچہ، جلیل پور، قلعہ ملتان، آمری نال تے کوٹ ڈیجی وچوں ملڑ والے آثار ابتدائی ہڑپائی تہذیب کنوں وی پرانڑے ہن۔ اتھوں دے قدیم باشندے بت تراشی مجسمہ سازی، مصوری، چترکاری، نقش نگاری، سیپ، زیورات دی گھاڑت، کپڑا وُنڑ، رڑھ واہی تے عمارتاں تعمیر کرڑ وچ وڈی مہارت رکھیندے ہن۔

ہزاراں ورھیاں کنوں آباد دراوڑی تہذیب کوں اوں ویلے زوال آوڑ شروع تھی گیا جڈاں اتھاں وسط ایشائی ریاستاں کنوں آوڑ والے آریائی ٹولے داخل تھیوڑ پئے گئے۔ تقریباً ۱۵۰۰ ق م وچ آریائی پٹھاناں دا پہلا ٹولا سرائیکی وسیب تے وادی سندھ وچ داخل تھیاں ھا۔ ایہ گوری رنگت والے چالاک، لڑاکے، نقش نین دے سوھنڑ، طاقت ور تے اُکل باز لوک ہن۔ اگرچہ ایہ لوک خانہ بدوش تے جوچر کے (چرواہے) ہن۔ لیکن بعد وچ ایہ مقامی لوکاں کوں اپنڑیاں زمیناں کنوں بے دخل کرتے قابض تھیندے رہیے۔

آریائی پٹھاناں دی آمد کنوں پہلے اتھوں دے لوکاں دیاں تاریخ داناں ایہ نشانیاں ڈسیاں ہن جو، ایہ سانولے، رڑھ وہاک، ونج وپار تے مال ڈھانڈے رکھڑ والے لوک ہن۔ ایہ اپنڑے وسیب دی دھن تے دولت نال رچے ہوئے لوک ہن اتھاں فساد تے لچھ نا ہوڑ دے برابر ہئی۔ ہک لحاظ نال ایہ امن پسند تے تہذیب یا فتہ سماج ہئی۔ اگرچہ انھاں آوڑ والے آریائی پٹھاناں نال مقابلہ کیتا، لیکن وقت گزرڑ دے نال نال مقامیت کمزور تے پروچ اگاں ودھدے رہیے۔

آریائی پٹھاناں دے بعد ایرانی حملہ آور تے لیڑے وی ایں ساوی تے سوکھی بھوئیں کوں لہولہو کیتا تے اتھوں دھن لیٹا۔ ۵۱۹ ق م وچ ایرانی بادشاہ دارا اول نے جہلم تک دا علاقہ اپنڑے قبضے وچ کر گھدا تے بعد وچ سرائیکی وسیب وی اوندی وکیڑ وچ رہیا۔ تقریباً ۵۰۰ ق م وچ اتھاں گوتم بدھ دے چیلڑے آئے تے بدھ مت دی تعلیم کوں عام کیتا۔

۳۲۵ ق م وچ اتھاں سکندر یونانی حملہ کیتا تے یونانی نسلی گروہ دی حکومت وی قائم کیتی۔ ۳۰۴ ق م وچ چندرگپت موریا ملتان کوں فتح کیتا تے اتھوں دے علاقے وچوں یونانی نسل دے قبضے کوں ختم کیتا۔ ۱۲۵ ق م وچ سرائیکی وسیب کنشک

حکمران دے حصے وچ آیا۔ وکرماجیت یا بکرماجیت وی اتھوں دا حاکم بݨیا تے ول ۴۹۵ کنوں ۶۳۲ تک سندھ تے سرائیکی وسیب رائے خاندان دے حکمرانیں کول رہیا۔ انھاں دے بعد راجہ چچ تے راجہ ڈاہر راج کیتا۔ ۷۱۲ وچ محمد بن قاسم حملہ کرتے پورا سندھ تے سرائیکی وسیب راجہ ڈاہر کنوں کھس گھدا تے اتھاں مسلماناں دی آباد دکاری شروع تھی گئی۔ عرب حکمراناں دے عہد وچ ملتان تے سرائیکی وسیب وچ اسماعیلی شیعہ ریاست وجود وچ آئی تے ایں عہد وچ سرائیکی زبان وچ مرثیہ خوانی تے نوحہ خوانی کوں بہوں ترقی ملی۔

۱۰۲۱ء وچ فارسی پولٹ والے حکمراناں دا سرخیل سلطان محمود غزنوی حملہ آور تھیا تے اتھوں دے معصوم لوکاں نال بھڑا اندکرتے لٹ پھٹ کریندا رہیا۔ اوہ کئی سالاں تک دھاڑے مارتے اتھوں وے مندراں وچوں سونا کھس کھوہ تے غزنی مڑچلدا ھا۔ بعد وچ اوہ سرائیکی وسیب تے سندھ تک دا علاقہ اپݨے ہیلیاں دے قبضے وچ ڈݨے تے چٹیاں کھاندا رہیا اینڈے بعد سلطان محمد غوری، ناصر قباچہ تے فروز شاہ تغلق وی اتھاں حکمران کیتی تے اپݨے علاقے دے پٹھاٹیں دی آباد کاری وی کیتی۔

۱۴۳۷ء وچ اتھوں مقامی حکمران لنگاہ خاندان دا ستارہ عروج تے آیا تے اوہ پورے سرائیکی وسیب دے حاکم بݨ گئے۔ لنگاہیں دا عہد سرائیکی وسیب دا سنہرا عہد ھے۔ جنھیں سرائیکی وسیب کوں سیاسی، معاشی تے تہذیبی لحاظ نال وڈی ترقی تے نویکلی سنجاݨ ڈتی۔ ہک گویڑدے مطابق ہیر رانجھا، سوھݨی، ماہیوال تے سسی پنوں دا رونان وی ایں عہد نال جڑیا ہویا ھے۔

سرائیکی وسیب دے سیاسی اُچاڑ وچ ہک ہئی ریاست کوں وی اساں نھیں وسار سگدے تے اوہ ریاست ھے سیت پور۔ سیت پور وچ وی مقامی نہڑاں دی حکمرانی رہی۔ نادرشاہ ایرانی دے حملے تے اتھوں دے غداریں دی وجہ کنوں ایہ ریاست وی کھیسیج گئی ہئی۔ ۱۵۲۶ کنوں ۱۸۵۷ء تک اتھاں مغل قابض رہیے تے حکومت کیتی۔ ول مغلاں دے زوال دے بعد ۱۷۵۷ء وچ سکھاں تے افغانیاں دیاں جنگاں شروع تھی گیاں تے سکھاں ۱۸۱۸ء وچ ملتان ریاست دے چھیکڑی نواب مظفر خان کنوں پورا علاقہ مروڑ گھدا۔ ۱۷۲۶ء وچ قائم تھیوݨ وال ریاست بہاولپور سکھاں دے قبضے کنوں بچی رہی تے ول ۱۹۴۸ وچ سکھ شاہی دا وی مکلاواتھی گیا تے انگریز ریاست بہاولپور تے پورے سرائیکی وسیب وچ اپݨے دفتر کھول تے بہہ گئے۔ ۱۹۴۷ وچ پاکستان وجود وچ آیا تے ہݨ پورا سرائیکی وسیب پاکستان دا حصہ ھے۔ ایندی نویکلی سیاسی تے تہذیبی سنجاݨ کیتے اتھوں دے لوک سرائیکی صوبے دا مطالبہ کریندے کھڑن۔ اللہ جاݨے ایں ملک دے حاکم کڈاں سرائیکی قوم کوں اوندی سنجاݨ دا صوبہ سرائیکستان ڈیندے ہن۔

مکدی گالھ ایہ ھے جو ایہ سمورا وسیب ہک ساوا سوکھاتے رچاکچا علاقہ ھے۔ اتھاں ڈاکوتے دھاڑل قواں دی آمدی ہک وڈی وجہ ایہا ساول تے ان دی وافر مقدار ہی رہی ھے۔ جڈاں جو اتھوں دے لوک امن پسند تے بے پرواہ ہن جیندی وجہ

کنوں اتھاں آوݨ والے ہوں جلدی رچ ویندن تے اتھوں دے وسائل دی بدولت ترقی حاصل کرگھندن۔ایں گالھوں ایہ ضرب المثل مشہور تھی گئی ھے جو: ملتان آئیں دا ھے تے جائیں دا کئے نھیں۔ اتھاں ملتان کنوں مراد پورا سرائیکی وسیب ھے ۔جیڑھا تاریخ وچ اپݨے پورے جغرافیائی نقشے دا امین تے غماز ھے۔

شاعر: سئیں شاکر شجاع آبادی

غزل

اساکوں چھوڑنا ہاوی سہارا کیوں ڈتا ہاوی
جے نیت وچ بھنور ہاوی کنارا کیوں ڈتا ہاوی
سجن ؟ تئیں آکھیا ہا جو تیڈی قسمت جگا ڈیساں
مقدر میڈے کوں نقلی ستارا کیوں ڈتا ہاوی
اساں تیکوں چتایا ہا جُدائی تیڈی نہ سَہسوں
وچھوڑے دا اے صدمہ وَل دوبارا کیوں ڈتا ہاوی
جے کنجوسی تیڈی اَجکل ارادے کولوں وَدھ گئی اے
گنہگاراں کوں رحمت دا اشارا کیوں ڈتا ہا وی
اساں عمراں گزاری ھِ کُھلی اَکھ دے اَصولاں تے
جگارے وچ نِوی ملدا جگارا کیوں ڈتا ہاوی
توں شاکر جاندا ہاویں اساڈے ظرف دی فطرت
نظر دے لائق نہ ہاسے نظارا کیوں ڈتا ہاوی

انتخاب: تابش کلیم سال دوم

شاعر: ڈاکٹر عمران واقفؔ

غزل

اساں دولت دے پچاری کائنی
ہین دے وچ پیداری کائنی
تیڈی یاد جگندی پئی ہیے
ایویں اختر شماری کائنی
گھر وچ اساں کتھ لکوں
گھر دی چار دیواری کائنی
کیا ھن تُساں مونڈیاں تے ویسو
پئی کوئی سواری کائنی
تیکوں اساں جی تے دیکھسوں
دلڑی ساڈی ہاری کائنی
ونڈ گھندا ھے گھر بھراؤاں
گند اجن اُساری کائنی
اج تاں سوجھلا کائنی تھیا
توں لگدے زلف سنواری کائنی
اتوں تاں پچھاں رہ گئے اساں
ساڈے ہتھ فنکاری کائنی
چڑھا دنیا توں ھے ویندا
آھندے ھے میڈی واری کائنی
جتھاں ونجڑیں ونج توں واقفؔ
ھن ساڈی ذمہ داری کائنی

شاعرہ: سیدہ تسنیم بخاری

غزل

کلیاں بہہ کے غزلاں کہن دی عادت پے گئی
اوہندے باہجوں روندیاں رہن دی عادت پے گئی

لے جا نگھیاں چھاواں ہور کسے دے ول
سانوں تے ہن دھپے بہن دی عادت پے گئی

ہن تے لوکی جو وی آکھے بسم اللہ
ہن تے سانوں گلاں سہن دی عادت پے گئی

ہک ہک کر کے اِٹاں ڈگی جاندیاں نیں
ساڈے گھر نوں لگدائے ڈھین دی عادت پے گئی

شاعر: سوجھل بخاری لودھراں

غزل

وہم وپرے تے خواب گل پئے گن
کیجھیں کیجھیں عذاب گل پئے گن

بھلا کر تے وی پھس گیا ہاں میں
نیکی کیتم ثواب گل پئے گن

درس گاہیں دا حال تاں ڈیکھو
بے حیائی دے نصاب گل پئے گن

کوڑ سنڑ تے تاں سیئں وڈے خوش ہن
سچ جو آکھیم جناب گل پئے گن

میں تاں یاری سمجھ تے چپ ہامی
نم جو کیتے حساب گل پئے گن

توڑیں حق دی میں گالھ کیتی ھے
اج دے وگڑے نواب گل پئے گن

عشق ساڈا جو بس ڈکھاوا ہا
شوق مٹ گے شباب گل پئے گن

تیئں جو سہرا بوایا ہے سوجھل
یارو ڈیکھو گلاب گل پئے گن

AJRAK

Articales Teachers, Students
College Magzin



Govt. Graduate College Lodhran



Principal Prof. Muhammad Irfan Yasir Govt. Graduate College Lodhran

sr	taital	author	page
1	Message from the Chief Editor Ajrik	**Prof Muhammad Ahsan Malik**	3
2	Message from Director Colleges, Multan Division	**Prof Tahir Sultan Khan**	5
3	Message from the D.D.C, Lodhran	**Prof Adeel Maalik Cheema**	6
4	Message from the Principal	**Prof Muhammad Irfan Yasir**	7
5	When Insults Had Class:	**Prof Faiza Aroob**	8
6	Math Matters	**Prof Rashna Tanweer**	9
7	THE WIRELESS CONNECTION	**IQRA ALTAF**	11
8	The Courage and Bravery of Hazrat Umar Farooq (R.A)	**Anees Ullah Attari**	12
9	Major Global Achievement of 2025	**Yasir Ashraf**	14
10	At least (For Gaza)	**Sadia bilal**	16
11	Meditation and Mental Health	**Amna Imran**	17
12	Importance of Modesty	**Sumera Rasheed**	18
13	☆OTHER WAYS AROUND YOU ☆Moon Light ☆Fragrance of the Late Love	**Ameer Hamza Tareen**	19
14	THE DAY OF LOVE	**Uzair Ahmad**	20
15	was passing by a mirror	**Muhammad Hashir Anbalvi**	21

Message from the Chief Editor Ajrak

Millions of praises and thanks to the Creator of the Universe, the Almighty and the Most High, who created us first as humans and then as Muslims. Millions of blessings and peace be upon the peace of our hearts, the beloved and beloved of the Almighty, the Holy Prophet Muhammad (peace and blessings of Allah be upon him(, who came and showed humanity the path of guidance. After this, we are grateful to Allah that we were able to complete this college magazine‘‘Ajrak’’.

In the history of Government Graduate College Lodhran,‘‘Ajrak’’has always brought a new ray of light to the literary world.‘‘Ajrak’’has presented the readers with that message of knowledge and research, peace and love. In which it has given respect and empowerment to individuals and the public. This magazine is like a lofty promise for the teachers and students of this institution, the fulfillment of which creates a sense of happiness in the hearts. Today, we are feeling extremely happy and delighted that, thank God, this promise has been fulfilled once again.

In the light of the recent special instructions of the Higher Education Department, Government Graduate College Lodhran has interpreted the Seerat-e-Nabi (peace be upon h i m (, the ideology of Pakistan, science, literature, culture and national civilization. Through‘‘Ajrak’’, it has not only preserved civilization and culture but also brought it to the peak. In the current magazine, where the writings of the current teachers and students of the college have been adorned, special coverage has also been given to the graduates of this college who are playing a prominent role in different walks of life.

In the light of the instructions of the higher authorities, equal space has been given to the national languages, Urdu, English, Punjabi and Seraiki. Every effort has been made to preserve the specific culture and customs of this land, keeping in mind the peace and

security of this land through every genre of prose and poetry. The educational and literary harmony between the students and teachers of our institution has also made this magazine valuable.

Mr. Professor Muhammad Irfan Yasir, Principal of this college, is a scholarly personality. There is no doubt that this magazine is the result of his personal efforts and encouragement. He was a kind and compassionate person, a hard worker and a determined person who made this magazine possible in its current form. And it cannot be ignored that this magazine is also the fruit of the hard work of the professors. The efforts of all the professors are commendable. Among the friends who played a special role in the arrangement and arrangement of the various sections of this issue, Vice Principal Mr. Professor Shakeel Ahmed, who gave special time to this magazine, later the efforts of Mr. Professor Dr. Imran Waqif (Director of the Urdu section(, Professor Faiza Aroob (Director of the English section(and Mr. Professor Waris Malik (Director of the Seraiki/Punjabi section(for this magazine are commendable. Especially the efforts of Professor Dr. Imran Waqif are commendable, who worked tirelessly in arranging the material. After this, the full cooperation of the clerical staff of our college is a source of encouragement for us. These people are the best introduction to the college.

No human being on this earth except the prophets is free from mistakes. We have tried our best to develop the literary atmosphere through this magazine. We have all tried to express our point of view in a transparent manner. However, consider the shortcomings in the magazine as our personal shortcomings and give proof of literary friendship by reviewing the writings in this magazine and giving your useful suggestions..

Prof Muhammad Ahsan Malik

Chief Editor Ajrak

Govt. Graduate College

Lodhran

Message from Director Colleges, Multan Division

It is a matter of profound pride and satisfaction to witness the steady academic growth and exemplary performance of the colleges across Multan Division. Our collective commitment to educational excellence under the dynamic supervision of Higher Education Department Punjab has enabled us to maintain and continuously elevate academic standards throughout the region.

The institutions of Multan Division have demonstrated unwavering dedication to quality education, discipline, transparency, and merit. I sincerely appreciate the tireless efforts of our Principals, faculty members, and administrative staff who work with remarkable devotion to ensure that our colleges remain centers of academic distinction and character building.

We are especially inspired by the progressive educational vision of Honorable Chief Minister Maryam Nawaz, whose student- friendly and reform- oriented initiatives are transforming the educational landscape of Punjab. Her emphasis on innovation, digital empowerment, infrastructure development, and inclusive opportunities for youth motivates us to further strengthen our institutions and nurture future leaders.

I urge all stakeholders to continue striving for excellence, uphold the highest academic standards, and contribute meaningfully to the intellectual and moral development of our students. Together, we can ensure that Multan Division stands as a model of higher education in Punjab.

May our shared efforts continue to bear fruit and bring distinction to our institutions and our province.

Professor Tahir Sultan Khan

Director Colleges

Multan Division



Dr. Sultan Tahir Dirictor Colleges Multan Division

Message from the Deputy Director Colleges, Lodhran

It gives me immense pleasure to extend my heartfelt greetings to the editorial team of the College Magazine, the respected faculty members, and our dear students. The publication of this magazine is not merely a literary endeavor but a reflection of the intellectual vitality, creativity, and collective spirit of the institution.

Education is the cornerstone of national progress. In this regard, the visionary and education-friendly initiatives of Honorable Chief Minister Maryam Nawaz have opened new avenues of opportunity for students across Punjab. Her government's focus on improving infrastructure, promoting merit, ensuring transparency, enhancing digital access, and empowering youth—especially female students—demonstrates a firm commitment to building a progressive and knowledge-based society.

The College Magazine serves as a vibrant platform where students can articulate their thoughts, showcase their talents, and contribute constructively to academic and social discourse. I encourage our students to utilize this opportunity to cultivate critical thinking, creativity, and a sense of responsible citizenship. Your words have the power to inspire change and shape the future.

I commend the Principal, faculty members, and the magazine committee for their dedication and hard work in bringing forth this publication. May this magazine continue to flourish as a beacon of knowledge, expression, and excellence.

I wish the entire college community continued success in all academic and co-curricular pursuits.

Professor Adeel Maalik Cheema

Deputy Director Colleges Lodhran



Dr. Adeel Malik Deputy Dirictor Colleges Disst. Lodhran

Message from the Principal

It is a matter of great pride that this message marks the publication of our college magazine,‘‘Ajrak,’’at Govt. Graduate College Lodhran. More than a collection of articles, "Ajrak"reflects the intellectual vitality, creativity, and collective spirit of our institution.

Over the past year, we have worked diligently to strengthen academic standards, reinforce discipline, and cultivate a culture of excellence. Our efforts remain focused on the holistic development of our students and the continuous progress of the college.

''Ajrak'' serves as a dynamic platform that nurtures students' literary expression, critical thinking, and research potential. It empowers them to articulate ideas with confidence and contributes meaningfully to their academic and personal growth.

I extend my sincere gratitude to our respected former Principals, Prof. Muhammad Ahsan Malik and Prof. Shakeel Ahmad Mangla, Vice Principal, faculty members, editorial team, and colleagues for their valued support and cooperation.

Insha'Allah, with continued dedication and teamwork, we shall further enhance the quality of education and uphold the distinction of our institution.

Prof Muhammad Irfan Yasir

Principal

Govt. Graduate College

Lodhran

Prof Faiza Aroob

lecturer English

When Insults Had Class:

"He has all the virtues I dislike and none of the vices I admire." ~Winston Churchill

"I have never killed a man, but I have read many obituaries with great pleasure." -- Clarence Darrow

"He has never been known to use a word that might send a reader to the dictionary." (about Ernest Hemingway) William Faulkner

"I've had a perfectly wonderful evening. But this wasn't it." -- Groucho Marx

"I didn't attend the funeral, but I sent a nice letter saying I approved of it." -- Mark Twain

"He has no enemies, but is intensely disliked by his friends." ~Oscar Wilde

"I am enclosing two tickets to the first night of my new play; bring a friend... If you have one." -- George Bernard Shaw to Winston Churchill... followed by Churchill's response:

"Cannot possibly attend first night, will attend second, if there is one." -- Winston Churchill

"I feel so miserable without you; it's almost like having you here." -- Stephen Bishop

"He is a self-made man and worships his creator." --John Brigh

.....

Everyone thinks of changing the world, but no one thinks of changing himself

M Kashif

BS English (2nd)

……

Prof Rashna Tanweer

Lecturer Math

Math Matters

Mathematics is the most practical subject that anyone can learn. Unfortunately, it is a subject that is not fully understood by majority of people. If you have interest in this subject then you will reach the sky. It is a very important subject because it can solve many mysteries. Math is everywhere in this universe. We enjoy nature but we are unaware about how mathematical the world is.

Symmetry is a property which can be seen everywhere. All human beings are perfect example of it. Then talk about shapes, every object is made of different shapes, earth is like a round ball, a beehive is hexagonal in shape, volcanoes are perfect example of cones, and the list continues.

No one can deny the wonders of Mathematics without it our lives would be unsystematic and illogical.

Imagine our lives without addition or subtraction or any other calculations. Finding the depths of oceans, checking the distances, calculating your salary or any other task, math is everywhere. It's hard to mention the wonders of mathematics; in short the life is simply impossible without it.

Let's have a look on some fun facts about mathematics:

"There is no Roman numeral for zero.

"Most mathematical symbols weren't invented until the 16th century. Before that, equations were written in words.

"Markings on animal bones indicate that humans have been doing maths since around 30,000BC.

" -40 °C is equal to -40 °F.

"If 23 people are in the same room, there is a 50% chance that two people will have the same birthday.

"1000 is the only number from 0 to 1000 that has an "a" in it.

"2 is the only natural number satisfying 2 + 2 = 2 × 2

"You can use three geometric cuts to a cake and get 8 pieces

"On dice, opposite sides always add up to the number seven.

"Seven is considered to be the most significant number across religions and cultures. For example, seven colours in a rainbow, seven days in a week, seven notes on the musical skill, etc.

"A standard piece of paper can only be folded seven times, however, according to mathematical theory, if you could fold a piece of paper in half 103 times its thickness would equal that of the observable universe.

It is always exciting to discover cool ways in which you can use or observe Math in the world around you. There are so many great applications for math and there are also some very surprising math-related facts about things you see in front of you every day but just have not viewed through a mathematical lens.

IQRA ALTAF

BS English First Semester

THE WIRELESS CONNECTION

Whenever we hear the word writer, an image of any writer suddenly appears in our mind. At the very next moment, any story, novel, essay, article, or drama comes to mind. That writer and the story instantly popped up in our intellect and could be our favorite or famous. That writer could be us, or the story might be our own. Anyways, my point of view cases could vary from person to person as everyone possesses their way of thinking.

Similarly, every writer has a unique style of writing. If I have never seen Selena Gomez but am addicted to her songs, I can easily guess that this singer is Selena just by hearing her voice. Her style of singing and her unique vocals made me able to think about who she is. If we are fond of Shakespeare, then by reading any drama, we can tell by whom it is written. That was his style that made him distinguished.

Writers are empathetic and blessed with the talent to express emotions, experiences, thoughts, opinions, problems, and solutions in words. Every alphabet engages meaningful words. Words aligned to build a catchy sentence. Sentences presenting a story. The story ends up with a moral. And morals becoming a part of our lives. Like writers, readers are talented, too, as they can feel the sensation the writer tries to convey. Being a writer to me, writing is like a puppet whose strings are in my hands. I have the freedom to write anything I want and the confidence to convey anything the readers want.

I have never seen an ocean in reality; still, I can paint the sea in words so that a vivid picture of the ocean is imprinted on the reader's mind. That's how one's sensations are understood by the other. This link is wireless. Some relations are invisible and nameless. We can neither exact nor inexact, but it can be felt. One of them is the association between the writer and the reader. Suppose someone who lives in South Korea reading a novel by a Pakistani writer. Both of them get connected by a novel without meeting in person. Different countries, cultures, religions, and distance of miles but matching vibes. No physical meeting, no phone call, no adjoining, no frank conversation but still something making them familiar. How beautiful it is! Here I felt that meeting in person is not the only state to become acquaintances in this modern age.

Anees Ullah Attari

BS English First Semester

The Courage and Bravery of Hazrat Umar Farooq (R.A)

In the history of Islam, the Battle of Uhud stands as a defining chapter-one that showcased the unshakable courage and spiritual conviction of the early Muslims. Among the distinguished personalities whose bravery illuminated the battlefield that day was Hazrat Umar Farooq (R.A). His fearless stance and unwavering faith continue to inspire countless believers across the world.

During the intense moments of the battle, Abu Sufyan bin Harb-who had not yet embraced Islam-called out loudly toward the Muslim ranks and questioned whether the Holy Prophet Muhammad (SAW), Hazrat Abu Bakr (R.A), and Hazrat Umar (R.A) were alive. Following the Prophet's instruction, the companions remained silent. Mistaking their silence for defeat, Abu Sufyan triumphantly declared that these leaders must have been killed, for otherwise they would have certainly responded.

At this critical moment, Hazrat Umar (R.A) broke the silence with a voice full of strength and certainty. He proclaimed:

> "You are lying, O enemy of Allah! Those whom you mentioned are alive. Allah has kept them alive to humiliate you."

This bold response not only uplifted the morale of the Muslim army but also shattered the false pride of the Quraysh.

Frustrated, Abu Sufyan began chanting slogans in honor of their idol "Hubal," claiming superiority over the Muslims. In reply, the Holy Prophet (SAW) instructed his companions to respond with the slogan of truth:

> "Allah is Most High and Most Supreme."

When Abu Sufyan boasted that the Quraysh had their idol 'Uzza as a protector, the Prophet (SAW) once again guided the believers to answer with firm conviction:

"Allah is our Protector, and you have no protector."

These powerful words reflected the spiritual unity and determination of the Muslim army. The leadership of the Prophet (SAW), combined with the courageous presence of Hazrat Umar (R.A), reminded the believers that true strength comes not from worldly resources, but from complete trust in Allah Almighty.

The bravery of Hazrat Umar (R.A) during the Battle of Uhud remains an everlasting symbol of leadership, honor, and devotion. His unshakable stand for truth continues to guide the Muslim world-teaching us that real victory belongs to those who remain steadfast in faith and rely solely on their Creator.

Even today, his legacy stands as a timeless reminder that strength lies not in numbers or power, but in unwavering belief in Allah.

Yasir Ashraf

BS English 2nd semester.

Major Global Achievement of 2025

A Review of 2025: Innovations, Achievements & Global Impact, The year 2025 was filled with innovation, scientific breakthroughs, global challenges, and hopeful solutions. It marked significant progress in technology, healthcare, climate action, and economics, making it a milestone year for both developed and developing countries.

Advancements in Healthcare

New inventions in vaccines and biomedical devices improved healthcare facilities and made them more accessible.

Artificial Intelligence (AI) helped in early detection of diseases.

Telemedicine expanded healthcare services to remote and underdeveloped areas.

Major Global Achievements of 2025

1. Space Exploration:

Human missions to the Moon were successfully resumed.

Preparations for a manned Mars mission gained momentum, with AI-powered rovers collecting vital data.

Private companies like SpaceX and Blue Origin took space tourism to new heights, making space travel more accessible to the public.

2. Climate Change Action:

Governments enforced stricter laws to reduce greenhouse gas emissions.

Renewable energy projects (solar, wind, hydro) expanded globally.

Urban planning embraced green infrastructure and smart environmental systems.

3. Digital Currency & Blockchain:

Central banks in various countries launched official Central Bank Digital Currencies

(CBDCs).

Blockchain technology improved transparency in banking, education, and governance.

Cryptocurrency was more regulated and accepted legally in many regions.

4. Artificial Intelligence & Robotics:

AI became deeply integrated in education, healthcare, and industry.

Robots were used in homes, factories, and hospitals for assistance and productivity.

The global debate around AI ethics and data privacy intensified.

Conclusion

The year 2025 stood as a symbol of scientific growth, environmental responsibility, and global collaboration. Technology not only made lives easier but also offered solutions to global problems. With this momentum, the future looks bright for a smarter and more sustainable world.

Sadia bilal

BS English 5th samestr

At least (For Gaza)

by Abeer Ameer

it is said/ that they died/ in their sleep/ one might imagine/ a peaceful state/ at least/ at least/ the moment the skies fell/ on their small bodies/ and the ground beneath/ crumbled/ at least/ they were asleep/ or at least/ they were in their beds/ maybe verses of solace/ were recited/ just before/ just before/ they drifted off/ maybe/ lullabies were sung/ to mask/ the sound/

or at least/ they were used to the sound/ it was probably/ background noise/ to them/white noise/ because of their backgrounds/ their ground/ so used to it/ for most of their short lives/ it is said/ that they died in their sleep/ at least/ it was dark/ at least/ they won't have seen/ the rockets/ the rockets signed by the senders/ at least/ they won't have seen/ the signatures.

at least/ it was night-time/ a single airstrike/ at least/ at least/ in their last moments/ their souls/ had already left their bodies/ to the air of dreams/ the unseen land/ a place in hiding / when eyes are open/ at least/ at least/ they were drowsy/ or at least/ not fully awake/ at least if they startled/ it would have been quick/ or at least/ if slow/ they were floating/ into a dreamy transition/ to the next world/

at least/ now they're just waiting/ for a proper burial/ at least/

at least/ it's over now/ at least/ for the dead/

at least/ these children/ don't need to fear the dark/

at least/ not anymore/

Amna Imran

BS English second semester

Meditation and Mental Health

College life is full of learning, but it also brings stress from studies and responsibilities.

Many students feel pressure to manage classes, assignments, and their personal life.

Meditation is a simple practice that helps calm the mind and reduce daily stress.

Just a few quiet minutes each day can make a big difference in mental well-being.

Quote: "A calm mind learns better."(Shapiro,2012)

Meditation improves focus, which helps students understand lessons more clearly.

It also strengthens memory and reduces anxiety during tests and presentations.

By slowing down racing thoughts, meditation brings emotional balance.

This helps students stay positive and confident in challenging situations.

Quote: "Silence is the space where peace begins."(Rumi,1995)

Another benefit of meditation is better sleep, which increases energy for the next day.

Regular practice helps students feel refreshed and more motivated for their studies.

Meditation is free, easy, and can be done anywhere, even in a hostel or classroom.

It is a small habit that supports a healthy mind and contributes to academic succeess.

Sumera Rasheed

BS English 2rd Samestr

Importance of Modesty

Veil (purdah) is not a restriction for a woman; rather, it is a declaration of her true freedom - a freedom in which she lives only in the way of Allah. She determines her own status and rank. She is not dependent on people's opinions or views. Therefore, she can let her knowledge, character, and faith soar wherever she wishes, because her paths are defined by Allah, not by the ever-changing standards of society.

A woman who lives in modesty seeks only the pleasure of her Lord, whereas an immodest woman becomes trapped each day in the chains of changing fashion, ideologies, and social expectations. These chains not only distort her natural femininity but also affect her independent thinking and sense of self.

Modesty grants a woman dignity, protection, and autonomy, whereas society's so-called standards of freedom reduce her to a merely usable existence, whose identity is tied to the gaze and desires of others.

Thus, modesty is not just a form of clothing; it is the protection of a woman's identity, dignity, and selfhood. This is the kind of freedom in which a woman lives by her own choice - a choice that is in harmony with the will of her Lord.

Ameer Hamza Tareen

CTI English

OTHER WAYS AROUND YOU

Sometimes,I'm overwhelmed

I feel elated,as tea in the hot kettle over a thick flame

While you stand by it,I assume,the bubbles sprout out of little fountains

When they burst out of love,I smile,the euphoria of our chemistry

A butterfly has fluttered its shining yellow wings over blue moons

A honey bee takes its nectar,and my floret blooms every morning into a flower

In your company,the crescent moon has become full in the late hours

And a star blinks every time your eyes close as you laugh

Your voice has tuned the strings in me;Robaab:someone must be playing in the mountains

Sitting under a tree or in a pouring rain,

I hear the voice in places at far

The same tune is played every time

Before the song starts

If you may recall;

Tune before"

~Tujhy dekha tu ye jaana sanam"

The fire cracks as the raindrops from the shelter's sheet drip and kisses the woods.

The heat waves have shifted the vibrant sighs into deep calm as the breaths are met with rolling warm.

From the edges to the surface of a small linear water body carved down there.

Where the drops fall

By. Ghulam Bari

Ameer Hamza Tareen

CTI English

Moon Light

Every you a grasp a sense of flight
Beyond the Sky, a stillness of light
Making people intuitive
By casting on, it's celestial ignite
Don't you think it deems you
Through millions of vacant sight
At the time of despondency,
People are fright by cloudy night
Until the clouds rip the Sky
To build the sight like twilight
Everybody acceded to it rightly
It's my dear moonlight

……

Fragrance of the Late Love

Sometimes, people meet at their Worst

The time of their meeting mat be an accursed For them,

Love becomes no more than a fatal Wound

With Love, their Heads Crowned

Their Souls are Drowned

Still, the seized hears bleed with delight

Lovers return home with deep sighs at eventide

……..

By Uzair Ahmad

THE DAY OF LOVE

The day of the love, the day of shine
The day of you, the day of mine
I liked you since the day we met
"Saranghae" till the day of bye
Land and the sea were meting side by side
We were talking with eyes were thrice
We were alone, and the waves were peaching
The day of the love, the day of the shine
You were Alpha Centauri, and I was the star
You were the passion of that day of my life
No one was there, interrupting both the skies
The day of the love, the day of the shine
I'm remembering that rise of the green
We were sitting on the bed of the scene
You were me, and I were you
The day of the love, the day of shine
.....
You don't remind me of bygone days, moments, reminiscence, love
You remind me of coming, close, warm, and long days
It's said, " what's not mixed well dies eventually"
You remind me of the taste of salt in tears
Remind me of sunset in di erent countries
Gentle kisses passed by winds to me
Your long stretched arms around my path-astray
Each time my cruise ends on your way
I tread on your walkways
To the distant valleys
Where voices echo
Where sights enlarged
Hills all around
I listen to the echoes of you

There, I see tenfold sight of you,
Each time I step on your track-ways
Stay beside, a bit longer O wandering saint!
Until meet the pilgrim of our fate!
Remember? at the town hall party,
where they rst ever meet,
In " Romeo and Juliet" what do they say?
I wanna meet you in Shakespeare's play!

WRITTEN BY: Ghulam Bari)

Muhammad Hashir Anbalvi

was passing by a mirror

An inner voice came

Hello dear!

Can you hear?

See your eyes

Full of lies

See your smile

Like a blank le

See your face

Bundle of disgrace

Wash your face

With a little faith

All will be set

Take a deep breath

WRITTEN BY: M.H ANBÃLVI.